www.urdufanz.com
شیشے کی لینز
اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۹۹

اشتیاق احمد

بار اول	:	یکم فروری ۱۹۸۴ء
طابع	:	اشتیاق احمد
مطبع	:	زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور
خوشنویس	:	مہر عبدالستار، راجہ جنگ
سرورق	:	جاوید چغتائی، لاہور
طباعت سرورق	:	پریمیم پرنٹرز، انار کلی، لاہور
قیمت	:	[illegible] صرف

اشتیاق پبلی کیشنز، راجپوت مارکیٹ اردو بازار، لاہور

حدیث شریف

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

تمہارا کیا خیال ہے۔ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہہ رہی ہو اور وہ شخص اس میں روزانہ پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس پر کچھ میل باقی رہے گا۔

صحابہؓ نے عرض کیا، نہیں رہے گا۔

آپ نے فرمایا، یہی مثال پانچ وقت کی نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے خطائیں معاف کرتا ہے۔

(صحیح بخاری مع فتح الباری مصری ج ۲ ص ۸ — کتاب مواقیت الصلوٰۃ)

آپ میں سے اکثر اوقات یہ دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں کہ ہم نے مجرم کو شروع میں ہی پہچان لیا تھا' یا جب ہم ناول کے درمیان میں پہنچے تو سمجھ گئے کہ مجرم کون ہے' لیجیے' اس بار میں خود آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ اپنے اندازوں کے گھوڑوں کو چوکس کرلیں ۔ انہیں اس بار خوب ہی دوڑائیں اور یہ جاننے کی کوشش کریں کہ مجرم کون ہے ۔ ذرا معلوم تو ہو' آپ ناول کے کس حصے میں مجرم کو پہچانتے ہیں ۔ میرا تو خیال ہے کہ جان ہی نہیں سکیں گے ۔ آپ کے اندازوں کے گھوڑے اس گھوڑ دوڑ میں بہت پیچھے رہ جائیں گے ۔ آخری صفحات پر پہنچ کر ہی آپ کو معلوم ہو سکے گا ۔ نوٹ کر لیجیے' یہ صرف میرا خیال ہے' دعویٰ نہیں ۔ ویسے مجھے یہ کہانی بہت خوب صورت لگی ہے ۔ ہو سکتا ہے' آپ ناول کے ابتدائی صفحات میں ہی مجرم کو پکڑ لیں' کیونکہ میرے پڑھنے والے ہیں ۔ بہت کائیاں ہو گئے ہیں آپ' میرے بھی کان کاٹ جاتے ہیں ۔ بعض

اوقات تو میں اپنے کانوں کو پیٹتا رہ جاتا ہوں' چلیے' اتنا تو ہے' وطن کی محبت اور فرض کی ادائیگی کے جذبے کے ساتھ ساتھ آپ کے ذہن بھی روز بروز تیز سے تیز تر ہوتے جا رہے ہیں ۔ ملک کو ضرورت بھی تو آپ جیسے نوجوانوں کی ہی ہے' جو اس کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا سکیں ۔ لیجیے' یہ بتانا تو بھول ہی گیا کہ یہ کہانی بے شمار مسکراہٹیں لیے معرضِ وجود میں آئی ہے ۔

ناول پڑھنے سے پہلے :

یہ دیکھ لیں کہ،

- یہ وقت نماز کا تو نہیں ؟
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔ کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں ؟
- گھر والوں نے آپ کے ذمے کوئی کام تو نہیں لگایا؟
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا ؟

اگر ان باتوں میں سے کوئی بھی بات ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں۔ پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔ خود کو بھی کانٹوں میں نہ گھسیٹیں اور مجھے بھی الجھنے سے بچائیں، شکریہ۔

مخلص : اشتیاق احمد

کرکری تشریف

ہر شخص کے ہاتھ میں کارڈ دیکھ کر ان کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ تینوں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر اپنے ہاتھوں کی طرف بھی دیکھا۔

"بھئی، یہاں تو داخلہ کارڈ دیکھ کر ہو رہا ہے۔" محمود کے منہ سے نکلا۔

"ہاں، اور کارڈ ہمارے پاس ہے نہیں۔" فرزانہ نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"شاید ابا جان کارڈ دینا بھول گئے ہیں۔" فاروق نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔

"اور حکم ان کا یہ ہے کہ اس تقریب میں شرکت ضرور کرنی ہے۔" محمود بڑبڑایا۔

"پھر ہم شرکت کریں تو کیسے؟" فرزانہ نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"یہ ہم سے پوچھ رہی ہو، دماغ تو نہیں چل گیا یا پھر عقل گھر رکھ آئی ہو۔ ترکیبیں بتانے کا ٹھیکہ تو ہمیشہ سے تمہارے پاس چلا آ رہا ہے۔"

"ہاں بھئی فرزانہ! بات تو ٹھیک ہے۔ یہ تو تم ہی بتاؤ گی۔"

"ٹھیک ہے، ترکیب میں بتا دیتی ہوں۔ عمل اس پر تم کرو، کیونکہ عمل کرنے کا ٹھیکہ تمہارے پاس ہے۔" اس نے جل بھن کر کہا۔

"چلو خیر، تم ترکیب تو بتاؤ۔" محمود مسکرایا۔

"کسی مہمان کے ہاتھ سے کارڈ اچک لو، اس صفائی سے کہ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو اور جب تک اسے علم ہو، ہم اندر داخل ہو چکے ہوں۔" فرزانہ نے ترکیب بتائی۔

"بالکل ٹھیک، اس قسم کے کام کرنے میں محمود بہت ماہر ہے۔" فاروق چہک اٹھا۔

"اور تم بس باتیں ہی بنا سکتے ہو — میں کہتا ہوں، اس کام میں تمہیں بھی میرا ساتھ دینا ہوگا۔" محمود بھنا اٹھا۔

"اچھا خیر، دے دوں گا ساتھ۔" فاروق نے مردہ آواز میں کہا۔

"تو پھر آؤ، وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ ایسا نہ ہو، سب مہمان اندر داخل ہو جائیں اور اڑانے کے لیے کوئی کارڈ نہ بچے۔"

دونوں جلدی سے کار پارک کی طرف بڑھے۔ فرزانہ وہیں کھڑی انہیں جاتے ہوئے دیکھتی رہی — اسی وقت ایک کار پارک میں داخل ہوئی اور پھر اس میں سے ایک مرد، ایک عورت اور دو بچے نکلے — مرد ادھیڑ عمر تھا اور ہاتھ میں ایک موٹی سی چھڑی لیے ہوئے تھا — محمود تیر کی طرح اس شریف آدمی کی طرف گیا اور ٹکرا گیا — اتنے میں فاروق بھی اس کے نزدیک پہنچ

چکا تھا۔

"ارے ارے، دیکھ کر نہیں چلتے۔" یہ کہہ کر فاروق نے لڑکھڑاتے ہوئے آدمی کو سہارا دیا — اتنی دیر میں محمود واپس مڑ کر فرزانہ کی طرف رخ کر چکا تھا —

"شکریہ، شکریہ بیٹے — ایک تم ہو اور ایک وہ ہے، جس نے مجھے ٹکر دے ماری۔"

"میں اس کی طرف سے بھی معافی مانگتا ہوں جناب۔" فاروق جلدی سے بولا۔

"کیوں، کیا اس کی نظر کمزور ہے۔"

"جج، جی نہیں تو۔" یہ کہہ کر فاروق بھی مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ان سے جا ملا۔

"جلدی کرو، بڑے میاں کو کارڈ کا خیال آنے ہی والا ہے۔" محمود نے جلدی سے کارڈ گارڈ کے سامنے کر دیا۔

"ٹھیک ہے، تشریف لے جائیے۔"

"ارے میرا کارڈ۔" بڑے میاں کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی، پھر وہ اور ان کے ساتھی گیٹ کی طرف دوڑے — ساتھ ہی بڑے میاں چلائے۔

"او ہو، تو یہ لڑکا مجھ سے میرا کارڈ اڑانے کے لیے ٹکرایا تھا۔ روکو بھئی ان لوگوں کو، یہ تو چور اچکے معلوم ہوتے ہیں۔"

جتنی دیر میں نگرانوں کو اصل معاملے کی ہوا لگتی، محمود، فاروق اور فرزانہ اندر کی طرف کئی قدم بڑھا چکے تھے، پھر انہوں نے دوڑ لگا دی۔

"اے ٹھہرو، ورنہ گولی مار دیں گے۔" ایک نگران چلایا۔

"اب تم گولی نہ مار سکتے ہیں۔" فاروق مسکرا کر بولا۔ ساتھ ہی انہوں نے اپنے پیچھے دوڑتے قدموں کی آواز سنی۔ محمود نے دوڑتے دوڑتے مڑ کر دیکھا اور بول اٹھا:

"اوہو، تین کے مقابلے میں تین آ رہے ہیں؛ گویا دروازے پر انہوں نے ایک ساتھی کو چھوڑا ہے۔"

اتنی دیر میں وہ دوڑتے ہوئے لان میں پہنچ چکے تھے۔ یہاں بہت گہما گہمی تھی — لوگ باگ ادھر سے ادھر آجا رہے تھے۔ کچھ لوگ کرسیوں پر ٹانگیں پسارے بیٹھے تھے — لان کے ایک گوشے میں میزیں اور کرسیاں لگی ہوئی تھیں اور بیرے ان پر کھانے پینے کی چیزیں لگا رہے تھے۔

دوڑتے قدموں کی آوازیں سن کر بے شمار لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور پھر ان میں سے اکثر کے منہ کھل گئے۔ آنکھوں سے ان کی حیرت جھانکنے لگی — ان کا اور نگرانوں کا درمیانی فاصلہ کافی تھا۔

"ارے، یہ کیا۔" ان کے کانوں سے ایک آواز ٹکرائی اور وہ حیران رہ گئے، کیونکہ آواز خان رحمان کی تھی۔ اس آواز نے گویا ان کے کانوں میں شہد ٹپکا دیا — ساتھ ہی ایک دوسری آواز ان کے کانوں

میں گونجی —

"ہائیں، یہ کیا معاملہ ہے؟" یہ آواز پروفیسر داؤد کی تھی۔

تینوں ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئے — کرسیوں پر جو لوگ بیٹھے تھے، ان میں پروفیسر داؤد اور خان رحمان بھی تھے، لیکن اب وہ اٹھ کر کھڑے ہو چکے تھے — عین اسی وقت نگران ان کے قریب پہنچ گئے۔

"خبردار، ہاتھ اوپر اٹھا دو، ورنہ گولی مار دیں گے۔"

"چلو بھئی اٹھا دو ہاتھ۔" محمود مسمسی صورت بنا کر بولا۔

"اے ٹھہرو، ہاتھ اٹھائیں تمہارے دشمن۔" خان رحمان بھنا کر آگے بڑھے —

"اور کیا، تم کیوں اٹھانے لگے ہاتھ — کیا تم چور اچکے ہو۔" پروفیسر داؤد بھی تیز لہجے میں بولے۔

"جی ہاں، یہ ٹھیک ہے۔" ایک نگران جلدی سے بولا۔ وہ ہانپ رہا تھا —

"کیا ٹھیک ہے۔" پروفیسر داؤد تملا کر بولے۔

"یہ کہ یہ لوگ واقعی چور اچکے ہیں۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔" خان رحمان نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"جی، کیا مطلب؟" نگران حیران ہو کر بولا۔

"یہ لوگ چور اچکے کس طرح ہیں — پہلے تو یہ بتاؤ۔" خان رحمان

بولے۔

"انہوں نے ایک معزز مہمان کا کارڈ اڑا لیا اور وہ دکھا کر اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طرح تو کوئی چور اچکا ہی اندر داخل ہو سکتا ہے!"

"کیوں بھئی، کیا یہ بات درست ہے؟" خان رحمان ان کی طرف مڑے ۔۔

"ان سے کیا پوچھتے ہیں۔ چور بھی کبھی یہ کہا کرتے ہیں کہ انہوں نے چوری کی ہے" ایک آواز ابھری ۔۔ انہوں نے چونک کر دیکھا، بڑے میاں اپنے بیوی بچوں سمیت چلے آ رہے تھے ۔۔

"آپ درمیان میں دخل نہ دیں جناب" خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن میں دخل کیوں نہ دوں، جب کہ یہ لوگ میرا کارڈ اچک کر اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوئے ہیں" بڑے میاں نے ان سے بھی برا منہ بنایا۔

"آپ لوگ ایک دوسرے سے مقابلہ تو نہیں کرنا چاہتے" فاروق بول اٹھا۔

"کیسا مقابلہ؟" بڑے میاں نے حیران ہو کر کہا۔

"برا سا منہ بنانے کا مقابلہ!"

"یہ کیا مذاق ہے" وہ بھنا اٹھے۔

"محمود، فاروق اور فرزانہ یہ ہم کیا سن رہے ہیں۔ تم تینوں ان صاحب کا کارڈ اچک کر اندر آئے ہو، لیکن نہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسی کوئی بات ہو سکتی ہے، کیونکہ اس تقریب میں انسپکٹر جمشید کو بھی بلایا گیا ہے اور ان کے پاس بھی کارڈ موجود ہوگا، بھلا تم لوگوں کو کارڈ چرانے کی کیا ضرورت تھی!"

"یہ کیسا ہنگامہ ہے بھئی؟" ایک بھاری بھرکم آواز نے سب کو رخ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا ۔۔ انہوں نے دیکھا ایک پتلا دبلا، مگر بہت ہی لمبے قد کا آدمی حیرت بھری نظروں سے سب کو دیکھ رہا تھا۔

"ارے، رائے صاحب، آپ ۔۔ آئیے آئیے تشریف لائیے۔ آپ تو ہمارے میزبان ہیں ۔۔ چلیے، یہ اچھا ہی ہوا کہ آپ آ گئے۔ یہ معاملہ اب نبٹ جائے گا!" بڑے میاں خوش ہو کر بولے۔

"کیسا معاملہ؟" رائے صاحب نے حیران ہو کر کہا، پھر چونک کر بولے۔

"اوہو، گورانی صاحب، آپ تشریف لے آئے ہیں، بہت بہت شکریہ" ان کا اشارہ بڑے میاں کی طرف تھا۔

"میں کیا تشریف لایا ہوں ۔۔ یوں کہیں رائے صاحب ساری تشریف کرکری ہو گئی" بڑے میاں یعنی گورانی صاحب نے کڑوا سا منہ بنایا۔

"تشریف کرکری ہو گئی ۔۔ یہ کیا بات ہوئی۔"

"ان چھوکروں کی وجہ سے" انہوں نے ان تینوں کی طرف اشارہ کیا۔

اب رائے صاحب نے ان کی طرف دیکھا۔

"یہ — یہ — یہ تو انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔"

"جی، ہیں — کیا؟" مختلف آوازیں ابھریں۔

"جی ہاں، اس میں کوئی شک نہیں۔" خان رحمان مسکرائے۔

"ہاں، لیکن، انہیں اس طرح اندر داخل ہونے کی کیا ضرورت تھی؟" گورانی صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"جی، بس مجبوری تھی۔" فاروق بے چارگی کے عالم میں بولا۔

"کیا مطلب؟" سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ابا جان کا حکم تھا کہ ہم اس تقریب میں شرکت ضرور کریں، لیکن انہوں نے ہمیں کوئی کارڈ نہیں دیا تھا — ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ اس وقت کہاں ہیں، لہذا ہمیں اندر داخل ہونے کے لیے یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا۔"

"لیکن بھئی، سیدھا سادا اور آسان ترین طریقہ تو یہ تھا کہ آپ لوگ اندر پیغام بھیج دیتے۔" رائے بہادر بولے۔

"اوہ، یہ ترکیب ہمیں نہیں سوجھی، جس کا افسوس رہے گا۔"

"خیر بھئی، آپ لوگ جائیں۔ یہ چور اچکے ہرگز نہیں ہیں — سچے اور سچے مہمان ہیں۔" رائے بہادر مسکراتے ہوئے نگرانوں سے بولے۔

"جی بہتر۔" وہ منہ بناتے ہوئے گیٹ کی طرف چلے گئے۔

"آؤ بھئی، تم لوگ ہمارے پاس بیٹھنا پسند کرو گے یا گھومنا پھرنا؟" خان رحمان بولے۔

"گھومنے پھرنے کی نسبت ہم آپ کے پاس بیٹھنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔" فرزانہ نے جلدی سے کہا اور کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"گورانی صاحب، آپ بھی تشریف رکھیے، تقریب بس شروع ہوا ہی چاہتی ہے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔" گورانی صاحب نے کہا اور ایک کرسی سنبھال لی۔

"اور ہاں بھئی، آخر انسپکٹر جمشید کیوں نہیں آئے؟" وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"اپنی آمد کے بارے میں انہوں نے ہم سے کچھ نہیں کہا — یہاں پہنچنے کی ہدایت بھی انہوں نے فون پر دی تھی۔"

"اور آپ لوگوں کی امی بھی نہیں آئیں۔"

"ان سے تو شاید ابا جان نے کہا ہی نہیں۔ ویسے بھی وہ محفلوں میں شرکت کرنا بالکل پسند نہیں کرتیں۔" محمود بولا۔

"یہ ٹھیک ہے رائے بہادر صاحب، بیگم جمشید گھریلو قسم کی عورت ہیں اور میری بیوی بھی — اسی لیے آپ میرے ساتھ انہیں نہیں دیکھ رہے۔" خان رحمان بولے۔

"ہوں، اگر انسپکٹر جمشید آ جاتے تو بہتر تھا۔" رائے بہادر کے دانت سے سوچ اور فکر ظاہر تھی۔

"کیوں جناب، خیر تو ہے؟" محمود چونک کر بولا۔

"بس ایسے ہی — میں نے ان سے خاص طور پر درخواست کی تھی، مگر شاید انھوں نے میری درخواست کو اہمیت نہیں دی۔" وہ بولے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے جناب، وہ تو ایک عام سے آدمی کی درخواست بھی رد نہیں کرتے۔" محمود نے کہا۔

"خیر پھر کوئی اور وجہ ہوگی — ہو سکتا ہے، انہیں کوئی اور ضروری کام پیش آ گیا ہو — خیر، آپ لوگ تشریف رکھیے۔ میں ذرا انتظامات سے نمٹ لوں۔" یہ کہہ کر وہ اس گوشے کی طرف چلے گئے، جس میں مہمانوں کے لیے میزیں لگائی گئی تھیں۔

"انکل، کیا آپ ہمیں اس تقریب کے بارے میں بتائیں گے؟"

"کیا جاننا چاہتے ہو؟" خان رحمان بولے۔

"یہ تقریب کس سلسلے میں ہو رہی ہے؟"

"افسوس، میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔" انھوں نے کہا اور وہ حیران رہ گئے۔

"جی کیا فرمایا، آپ جواب نہیں دے سکتے، لیکن کیوں؟"

"اس سوال کا جواب رائے بہادر صاحب کے سوا کوئی نہیں دے سکتا، کیونکہ ان کے علاوہ ابھی تک کسی کو بھی نہیں معلوم کہ وہ یہ دعوت کیوں دے رہے ہیں۔"

"جی کیا مطلب؟" تینوں بول اٹھے۔

"بات دراصل یہ ہے کہ رائے بہادر صاحب ذرا جاسوسی ذہن کے آدمی

ہیں۔ ہر بات، ہر معاملے میں سسپنس پیدا کرنے کے عادی ہیں۔ انھوں نے اپنے تمام دوستوں اور عزیزوں کو دعوت تو دے دی، یہ نہیں بتایا کہ دعوت کیوں اور کس سلسلے میں دے رہے ہیں۔"

"ارے کمال ہے، بلکہ حیرت ہے۔" فرزانہ بولی۔

"لہٰذا سب مہمان ششش و پنج میں ہیں۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"کیا اس قسم کی اور دعوتیں بھی رائے بہادر صاحب دے چکے ہیں؟"

"اس طرح دعوت دینے کا اتفاق پہلا ہے، لیکن اس قسم کے سسپنس سے بھرپور کام وہ پہلے بھی بہت سے کر چکے ہیں۔ مثلاً ان کے دوستوں کو ان کی طرف سے عجیب و غریب تحفے ملتے ہیں، عجیب و غریب خط ملتے ہیں۔ کبھی وہ کسی دوست کے ہاں اچانک پہنچ جاتے ہیں اور کہتے ہیں، چلو بھئی، ایک جگہ چلنا ہے، کہاں چلنا ہے، یہ ہرگز نہیں بتائیں گے، غرض ہر بات میں دوسرے کو الجھن میں ڈالنا ان کا مشغلہ ہے اور آج تو انھوں نے ایک وقت میں بے شمار لوگوں کو الجھن میں ڈال رکھا ہے۔ ان کے دوستوں میں زیادہ تر سرکاری آفیسر ہوتے ہیں۔"

"اب تو ہم بھی الجھن کا شکار ہو گئے ہیں۔" محمود بڑبڑایا۔

"ابھی کیا ہے، ابھی تو آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"یا اللہ رحم۔" فاروق گھبرا کر بولا۔

"اور ایسے میں ابا جان بھی کچھ کم نہیں، سسپنس پیدا کرتے ہیں۔"

یعنی یہاں آئے بھی نہیں اور ہمیں بھی کارڈ کے بغیر شرکت کرنے کا
حکم دے دیا؛ حالانکہ انہیں کارڈ مل چکا ہے اور وہ اچھی طرح جانتے
ہیں کہ یہاں داخلہ کارڈ کے ذریعے ہوتا ہے؛ گویا انہوں نے بھی سسپنس
پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"اور کامیاب بھی رہے ہیں۔" پروفیسر داؤد بولے۔

عین اسی وقت گھنٹی بجی — یہ سب مہمانوں کو ایک جگہ یعنی ان
میزوں پر جمع ہو جانے کا اشارہ تھا۔

"لو بھئی' سسپنس کا آغاز ہونے والا ہے۔" خان رحمان نے کہا
اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

پھر سبھی ان میزوں کی طرف بڑھتے نظر آئے۔

گیند اور سانپ

مہمانوں کی تعداد پچاس کے قریب تھی۔ ان میں زیادہ تر مرد شامل
تھے — عورتیں چند ایک ہی نظر آئیں — بچے بھی زیادہ نہیں تھے؛ گویا صرف
پانچ چھ بچے تھے — جب سب لوگ میزوں کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئے
اور سب کی نظریں رائے بہادر صاحب پر جم گئیں تو وہ پر اسرار مسکراہٹ
لبوں پر لاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"خواتین و حضرات' شروع کیجیے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" ایک آواز ابھری — سب نے چونک کر آواز
کی طرف دیکھا — یہ جملہ محمود نے کہا تھا۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ہم کھانا کس طرح شروع کر سکتے ہیں' جب کہ ہمیں یہ تک معلوم
نہیں کہ دعوت کس سلسلے میں دی گئی ہے۔" محمود بلند آواز میں بولا۔

"بالکل ٹھیک — بالکل ٹھیک۔" بہت سے مہمانوں نے محمود کی
پرزور تائید کی۔

"فکر نہ کریں، آپ کو یہ ضرور بتایا جائے گا، لیکن کھانے پینے کے بعد۔" رائے بہادر کی آواز گونجی۔

"نہیں جناب! ہم اس وقت تک کھانے کو ہاتھ نہیں لگائیں گے، جب تک کہ آپ وضاحت نہیں کر دیتے۔" محمود نے بھی بلند آواز میں کہا۔ رائے بہادر نے پہلے تو اسے گھور کر دیکھا، پھر ہنس پڑے اور بولے:

"آخر ہو کس کے بیٹے — کاش، اس وقت یہاں انسپکٹر جمشید ہوتے، وہ ضرور تمہیں جھڑک دیتے۔"

"آپ بھی اسے بڑی خوشی سے جھڑک دیں — ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا، کیوں فرزانہ۔" فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

"ہاں بالکل، بھلا اس میں اعتراض کی کیا گنجائش۔" فرزانہ بولی۔ محمود نے دونوں کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا، جیسے کہہ رہا ہو، خیر نبٹ لوں گا تم دونوں سے بھی، پھر بولا:

"معاف کیجیے گا جناب، تمام مہمانوں کے چہروں کی طرف دیکھیے — یہ صرف میری نہیں، ان سب کی خواہش ہے۔"

"محمود ٹھیک کہہ رہا ہے۔" خان رحمان بول پڑے۔

"اور خان رحمان بھی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے آپ سب نے مل کر میرے خلاف محاذ قائم کر لیا ہے۔ میرا پروگرام تو یہ تھا، جب سب لوگ کھا پی کر فارغ

ہو جائیں تو میں اطمینان سے بتاؤں۔"

"آپ اب بھی اطمینان سے بتا سکتے ہیں۔"

"اس طرح کھانے کی ٹھنڈی چیزیں گرم اور گرم چیزیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔" رائے بہادر مسکرائے۔

"تو کیا ہوا جناب، اس طرح فرق تو کوئی بھی نہیں پڑے گا۔ معاملہ تو برابر ہو جائے گا۔" فاروق بول اٹھا۔

"ٹھیک ہے — ہم پہلے ہی سننا پسند کریں گے۔" بہت سے مہمان ایک ساتھ بولے۔

"اچھا، جیسے آپ سب لوگوں کی مرضی — میں کیا کہہ سکتا ہوں، تو سنیں، بات دراصل یہ ہے کہ ایک پراسرار چیز میرے ہاتھ لگی ہے۔ میں نہیں جانتا، وہ کیا چیز ہے۔

اسی لیے میں نے آپ سب لوگوں کو یہاں جمع کیا ہے، تاکہ آپ اسے دیکھیں اور بتانے کی کوشش کریں کہ وہ کیا ہے — یہی سوچ کر میں نے ہر قسم کے ماہر فن دوست یہاں جمع کیے ہیں۔ مثلاً میرے دوست فاخر بھی یہاں موجود ہیں، جو ہمارے ملک میں مصنوعات کے بادشاہ ہیں۔ یہاں پروفیسر داؤد بھی ہیں جو ملک کے سب سے بڑے سائنس دان ہیں۔ یہاں خان رحمان جیسے تجربہ کار فوجی بھی ہیں۔ اسی طرح یہاں شہر کے سب سے بڑے جوہری الطاف قاسم بھی تشریف رکھتے ہیں، مہمانوں میں سپرنٹنڈنٹ پولیس بلالی کریم بھی موجود ہیں۔ اگرچہ

سادہ لباس اور حلیے سے میک اپ میں ہیں۔ غرض ہر قسم کے ماہرین موجود ہیں۔ آپ لوگ اس چیز کو دیکھیں، پرکھیں اور بتائیں کہ وہ کیا ہے۔ ہر شخص کی رائے ٹیپ ہوتی چلی جائے گی۔ اس کا انتظام کیا جا چکا ہے ۔۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے اور میز سے دور ہٹتے ہوئے بولے:

"آپ سب لوگ یہیں ٹھہر کر انتظار کریں ۔۔ میں وہ چیز لے کر ابھی حاضر ہوتا ہوں۔"

اب وہ لان سے کوٹھی کی طرف بڑھتے نظر آئے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ نے محسوس کیا، سبھی لوگوں کو سسپنس کی لہر نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ کسی نے بھی کھانے پینے کی چیزوں کی طرف ہاتھ تک نہیں بڑھایا تھا۔

"انکل خان رحمان، آپ نے ٹھیک ہی کہا تھا، واقعی رائے بہادر صاحب سسپنس پیدا کرنے میں بہت ماہر ہیں۔" فرزانہ بڑبڑائی۔ انہیں خان رحمان اور پروفیسر داؤد کے درمیان جگہ ملی تھی۔

"لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتبہ وہ خود بھی سسپنس سے محفوظ نہیں ہیں، یعنی وہ خود بھی نہیں جان سکے کہ وہ چیز دراصل کیا ہے ۔۔"

"ہاں، بالکل یہی بات ہے، لیکن پھر بھی ان کے طریقہ کار کی داد دینا پڑتی ہے۔ سب لوگوں کو سسپنس میں تو ڈال ہی دیا۔ وہ یہ بھی تو کر

سکتے تھے کہ وہ چیز لے کر اپنے ایک ایک ماہر دوست کے پاس جاتے اور وہ چیز دکھا کر معلوم کرتے کہ وہ کیا ہے، لیکن انہوں نے سب کو ایک جگہ جمع کر کے عجیب سی صورت حال پیدا کر دی ہے ۔۔ محمود جلدی جلدی بولا۔

اتنے میں رائے بہادر آتے نظر آئے۔ ان کے چہرے پر جوش کے آثار طاری تھے ۔۔ جلد واپسی کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے وہ چیز نزدیک ہی کہیں رکھ دی تھی۔ نزدیک آئے تو سب نے دیکھا، وہ خالی ہاتھ تھے۔

"آپ تو خالی ہاتھ ہیں۔" ایک مہمان بول اٹھا۔

"فکر نہ کریں، وہ چیز میری جیب میں موجود ہے۔" مہمانوں کے قریب سے گزرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"ہم بہت بے قرار ہو چکے ہیں، ذرا جلدی کیجیے۔" ایک مہمان بولا۔

"صبر سے کام لیں۔ پہلے تو میں یہ بتاؤں گا کہ وہ چیز میرے ہاتھ لگی کس طرح ۔۔ گزرتے گزرتے انہوں نے کہا۔ آخر اپنی کرسی تک پہنچ گئے، لیکن اس پر بیٹھے نہیں، کھڑے رہ کر بولے۔

"میں کل صبح شارع اعظم سے گزر رہا تھا ۔۔ اپنے پسندیدہ شاپنگ سنٹر سے کچھ چیزیں خریدنا تھیں ۔۔ روز ہی اس سنٹر سے کچھ نہ کچھ خریدتا ہوں۔ کار سنٹر کے سامنے روکی ہی تھی کہ اسی وقت ایک شخص کو سنٹر سے باہر آتے دیکھا۔ وہ چیز اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ میرے ہاتھ سے اسے

لوگوں کی نظروں سے بچانے کی پوری کوشش کر رہا تھا — عین اسی وقت
ایک دوسرا شخص اس کے پیچھے نمودار ہوا۔ اس نے پیچھے سے اسے
زبردست دھکا دیا — دھکا کھا کر پہلا منہ کے بل گرا — وہ چیز اس کے
ہاتھ سے نکل کر میری کار میں آ گری — ابھی میں نے انجن بند نہیں کیا
تھا۔ نہ جانے مجھے کیا ہوا کہ میں نے کار سٹارٹ کر دی — دوسرا شخص غالباً
طور پر اس چیز کو کار میں گرتے دیکھ چکا تھا؛ چنانچہ وہ کار کی طرف
دوڑا، لیکن اتنی دیر میں میں رفتار بڑھا چکا تھا — یہ دیکھ کر فوراً اس
نے ایک ٹیکسی روکی اور میرے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ اب میں نے
اس چیز کی طرف دیکھا، لیکن جان نہ سکا کہ وہ کیا ہے۔ وہ اگلی سیٹ
پر گری تھی۔ میں نے فوراً اسے اٹھا کر کار کے ایک خفیہ خانے میں رکھ
دیا، کیونکہ میں شروع سے جاسوس طبیعت کا آدمی ہوں۔ اسی لیے کار
میں ایک خفیہ خانہ بھی بنوا رکھا ہے، ادھر مجھے یہ احساس بھی تھا کہ
اگر مجھے کسی چوراہے پر سرخ سگنل کی وجہ سے رکنا پڑ گیا تو وہ غیر
ملکی مجھ تک پہنچ جائے گا اور پھر نہ جانے کیا ہو جائے۔ اس چیز کو
خفیہ خانے میں رکھ کر مطمئن ہو گیا اور پھر ہوا بھی وہی جس کا ڈر تھا۔
ایک چوراہے پر مجھے رکنا پڑ گیا۔ اسی وقت ٹیکسی میرے برابر آ کر
رک گئی — اس نے چیخ کر کہا:

"میری ایک چیز آپ کی کار میں گر گئی ہے۔ مہربانی فرما کر وہ
مجھے دے دیں۔"

"لیکن یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے آپ کی کار میں گرتے
دیکھا ہے۔" غیر ملکی بولا۔

"اگر یہ بات ہے تو میں چوراہا عبور کر کے کار روک لیتا
ہوں۔ آپ اپنا اطمینان کر لیجیے گا۔"

"شکریہ۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

اشارا کھلنے کے بعد میں نے کار آگے بڑھائی اور سڑک کے
کنارے روک لی — وہ ٹیکسی سے اترا اور کار میں اس چیز کو تلاش
کرنے لگا، لیکن وہ بھلا اسے کہاں ملنے والی تھی۔

"حیرت ہے، اسے آپ کی کار کے اندر گرتے میں نے
خود دیکھا تھا۔"

"دیکھ لیجیے، اگر وہ یہاں گری تھی تو اسے یہیں ہونا چاہیے۔"
میں مسکرا دیا۔ پھر بولا:

"آخر وہ ایسی کیا چیز ہے، جس کے لیے آپ اتنے پریشان ہو
رہے ہیں۔"

اس نے کوئی جواب نہ دیا — اب وہ بہت پریشان دکھائی
دے رہا تھا۔ آخر تھک ہار کر کار سے باہر نکل گیا اور بولا:

"مجھے افسوس ہے جناب، میں نے آپ کو بلاوجہ زحمت دی۔"

"کوئی بات نہیں، آپ نے بتایا نہیں، وہ کیا چیز تھی؟"

"ایک بہت ہی قیمتی چیز سے اس نے سر کو جھٹکا دیا اور غصے کے عالم میں ٹیکسی کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے کار آگے بڑھا دی۔ جلد ہی میں نے محسوس کر لیا، ٹیکسی ابھی تک میرے تعاقب میں تھی، آخر میں کوٹھی تک پہنچ گیا۔ کار گیراج میں کھڑی کی اور اندر چلا آیا۔ اوپر والی منزل کی ایک کھڑکی میں سے میں نے جھانک کر دیکھا۔ ٹیکسی واپس مڑ رہی تھی؛ گویا اس غیر ملکی نے میرا گھر دیکھ لیا تھا۔ اب تو میں بہت پریشان ہوا۔ اس چیز کو خفیہ خانے سے نکال کر کوٹھی میں ایک محفوظ جگہ پر چھپا دیا۔ رات کے وقت کوٹھی کے تمام دروازے اور کھڑکیاں احتیاط سے بند کروائیں۔ ملازموں کو ہوشیار رہنے کی تاکید کی۔ رات کے بارہ بجے کے قریب گڑبڑ کی آواز سنائی دی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ کمرے سے نکلا تو ملازم اس شخص سے لڑتے بھڑتے نظر آئے، لیکن وہ ان پر بھاری پڑتا نظر آ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر میں دبے قدموں کمرے میں گھس گیا اور پستول نکال کر باہر نکلا۔ جونہی میں نے ایک ہوائی فائر کیا، وہ بھاگ نکلا۔ اس وقت سے میں برابر اس چیز کی حفاظت میں مصروف ہوں اور اب میں وہ آپ سب کے سامنے پیش کر رہا ہوں، تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے، وہ ہے کیا؟"

یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے، کہانی بہت حیرت ناک تھی۔ سب لوگ بری طرح بے چین نظر آنے لگے۔ بائے بہادر شاید سب کی بے چینی سے لطف لے رہے تھے۔ آخر انھوں نے جیب میں

ہاتھ ڈالا اور پھر ان کے چہرے کا رنگ اڑتا نظر آیا۔

(۱۰)

"اف خدا، اب وہ چیز میری جیب میں نہیں ہے" ان کے منہ سے نکلا۔

ان کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ محمود نے کوٹھی کے گیٹ کی طرف دوڑ لگا دی۔

"ارے یہ کیا!" کئی آوازیں ابھریں۔

"پکڑو اسے جانے نہ پائے۔ ضرور اسی نے وہ چیز اڑائی ہے۔ یہ اس کام میں بہت ماہر ہے" بڑے میاں گورمانی چلا اٹھے۔

فاروق اور فرزانہ بوکھلا اٹھے۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ محمود بھاگ کیوں کھڑا ہوا؛ بہر حال ان حالات میں وہ اس کے سوا کیا کر سکتے تھے کہ خود بھی بھاگ کھڑے ہوں؛ چنانچہ محمود کے فوراً بعد ان دونوں نے بھی دوڑ لگا دی۔

"ارے ارے، کیا مصیبت نازل ہو گئی ہے تم لوگوں پر" خان رحمان چلا اٹھے۔

"میں کہتا ہوں، پکڑو ان تینوں کو۔" بائے بہادر چلائے "یہ ضرور نقلی محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔"

"کیا؟" بے شمار لوگ چلا اٹھے۔

فاروق اور فرزانہ نے بھی اپنے بارے میں یہ الفاظ سنے اور دھک سے رہ گئے۔ انہیں زندگی میں شاید پہلی بار نقلی محمود، فاروق اور فرزانہ کہا گیا تھا۔ محمود ان سے بہت آگے تھا۔ شاید وہ یہ الفاظ نہیں سن سکا تھا۔

"آخر تم کہاں دوڑے جا رہے ہو؟" فاروق بلند آواز میں بولا۔

"گیٹ مجھ پر چھوڑ دو۔ دوڑ کر یہ دیکھو کہ کوٹھی کا کوئی پچھلا دروازہ تو نہیں ہے۔"

"کیا مطلب، یہ دیکھنے کی آخر ضرورت کیا ہے؟" فاروق حیران ہو کر بولا۔

"احمق ہو تم، جس نے وہ چیز اڑائی ہے، وہ ضرور فرار ہونے کی کوشش کرے گا۔"

"اوہ" دونوں دھک سے رہ گئے، پھر فرزانہ نے کہا۔

"کہیں وہ پہلے ہی تو فرار نہیں ہو گیا۔"

"نہیں، میں نے مجمعے میں سے کسی کو اٹھ کر کہیں جاتے نہیں دیکھا۔" محمود بولا۔

اب فاروق اور فرزانہ نے اپنا رخ موڑا۔ ادھر سے کئی ملازم دوڑے آ رہے تھے۔ آتے ہی انہوں نے ان دونوں کو گھیرے میں لے لیا اور ان میں سے تین محمود کی طرف دوڑے۔ اتنے میں محمود گیٹ

پر پہنچ چکا تھا۔

"گیٹ فوراً بند کر دیں۔" اس نے تیز آواز میں کہا۔

"کیا کہا، بند کر دیں، مگر کیوں؟" باوردی نگران حیران ہو کر بولا۔

"خطرہ ہے، ایک شخص فرار ہونے کی کوشش کرے گا، وہ چور ہے۔"

"کیا کہا، وہ چور ہے۔"

"ہاں، اور بہت خطرناک چور، لہذا گیٹ بند کر دیں اور کسی کو اس طرف آتا دیکھیں تو فوراً اس پر پستول تان لیں۔"

"لیکن آپ ہمیں ہدایات دینے والے کون ہیں؟"

"ہاں، یہ بھی ٹھیک ہے۔ خیر آپ کی مرضی۔ اگر وہ شخص اس طرف سے فرار ہوا تو رائے بہادر کو جواب آپ دیتے رہیے گا، میں تو آپ کو خبردار کر چکا ہوں۔ اب یہ بتائیے، کوٹھی کا کوئی پچھلا دروازہ بھی ہے۔"

"نہیں، یہ کیوں پوچھا آپ نے؟"

"یہ سوچ کر کہ کہیں وہ ادھر سے فرار ہونے کی کوشش نہ کرے۔"

"اوہ، نہیں، ادھر کوئی دروازہ نہیں ہے۔"

محمود مڑا ہی تھا کہ تینوں ملازموں نے اسے پکڑ لیا۔

"خیر تو ہے، مجھے کیوں پکڑا جا رہا ہے؟"

"وہ چیز آپ ہی نے چرائی ہے۔"

"آؤ، سب کے پاس چلیں۔ وہاں چل کر میری تلاشی لے لینا، میں تو یہ گیٹ بند کروانے آیا تھا، تاکہ وہ شخص فرار نہ ہو سکے۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے، انہوں نے آ کر ہمیں یہی ہدایت دی تھی۔"

"خیر، پھر بھی اس بات کا فیصلہ رائے بہادر ہی کریں گے کہ ان کا کیا کرنا ہے۔"

وہ تینوں واپس مڑے، ادھر سے خان رحمان اور پروفیسر داؤد دوسرے لوگوں کے ساتھ چلے آ رہے تھے۔

"انہیں چھوڑ دو انہیں۔ یہ نقلی نہیں، سو فی صد اصلی ہیں، ہم انہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔" خان رحمان بھنا کر بولے۔

انہوں نے تینوں کو چھوڑ دیا۔ سب لوگ میزوں کے قریب واپس آ گئے۔

"رائے بہادر آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، یہ نقلی نہیں ہیں۔"

"پھر یہ بھاگے کیوں؟"

"گیٹ بند کرانے کے لیے، کیونکہ اس چیز کا چور یہیں موجود ہے۔ اب آپ سب کی تلاشی لے سکتے ہیں۔"

"بہت خوب۔ خان رحمان ہم میں سے تلاشی کون کون لے؟" رائے بہادر نے پوچھا۔

"یہ تینوں، میں، ایس پی صاحب اور آپ خود۔ اس طرح ہم جلد ہی فارغ ہو جائیں گے۔"

"بہت خوب، یہ ٹھیک رہے گا۔" رائے بہادر نے کہا اور بلند آواز میں بولے۔

"معزز مہمانوں، آپ کو تلاشی دینا ناگوار تو گزرے گا، لیکن مجبوری ہے۔ تلاشی نہ لی گئی تو وہ چیز نہ مل سکے گی اور آپ لوگ کبھی یہ نہیں جان سکیں گے کہ وہ کیا تھی۔"

"نہیں نہیں، ہمیں ناگوار نہیں گزرے گا۔ اس میں ناگواری کی کیا بات ہے۔" بہت سی آوازیں ابھریں، پھر تلاشی شروع ہوئی۔ یہ چھ آدمی تلاشی لینے میں جٹ گئے اور انہوں نے چند منٹ کے اندر ہی یہ کام ختم کر لیا، لیکن وہ چیز کسی کے پاس سے بھی برآمد نہ ہو سکی۔ اب تو سب اور بھی پریشان ہو گئے۔

"ہم نے بغیر کسی بنیاد کے تلاشی لی ہے۔" اچانک فرزانہ نے کہا۔

"کیا مطلب؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"ہاں واقعی، تلاشی کے لیے تو بہت خفیہ بنیاد کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ بنیاد صرف فرزانہ ہی فراہم کر سکتی ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ہم نے تلاشی تو لے لی اور سب مہمانوں نے خوشی خوشی تلاشی دے بھی دی، لیکن تلاشی لینے والوں کو یہ تو معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ تلاش کیا کر رہے ہیں۔"

"ارے!" ان میں سے اکثر کے منہ سے نکلا۔ منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"واقعی، آخر ہم کیا چیز تلاش کرتے رہے ہیں!" خان رحمان ہنس کر بولے۔

"رائے بہادر صاحب، یہ ٹھیک ہے کہ آپ نہیں جانتے، وہ کیا چیز ہے، لیکن آپ اس کی ظاہری شکل صورت اور رنگ وغیرہ تو بتا ہی سکتے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"جی ہاں، کیوں نہیں — وہ ایک شیشے کی گیند نما چیز ہے۔ اس کے اندر ستارے مچلتے رہتے ہیں۔" رائے بہادر بولے۔

"جی کیا فرمایا، شیشے کی گیند میں ستارے۔" بہت سے مہمانوں کے منہ سے نکلا۔

"ہاں، رنگ برنگے ستارے، جو ایک جگہ ٹھہرے نہیں رہتے، ادھر سے ادھر گردش کرتے رہتے ہیں اور گردش بھی خود بخود کرتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ گیند کو ہلایا جائے، تب وہ گردش کریں گے۔"

"اوہ، کمال ہے۔" بہت سی آوازیں ابھریں۔

"گویا اب ہمیں ایک بار پھر تلاشی لینا ہوگی۔" ایس پی جامی کریم نے کہا۔

"ہاں بالکل — اس کے سوا چارہ بھی کیا ہے۔" خان رحمان نے کندھے اچکائے۔

تلاشی پھر شروع ہوئی، لیکن کسی کی جیب سے گیند برآمد نہ ہو سکی۔

"ارے۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ پہلا ارے نہیں، اور ابھی تو نہ جانے کتنے ارے منہ سے نکلیں گے۔" فاروق نے منہ بنایا —

"ہم نے آپس میں تو تلاشی لی ہی نہیں۔ یعنی ابھی تک تلاشی لینے والوں کی تلاشی نہیں لی جا سکی۔" محمود نے اس کی طرف توجہ دیے بغیر کہا۔

"ہاں واقعی۔" خان رحمان مسکرائے۔

"انکل، آپ ہم تینوں کی تلاشی لے لیں، پھر میں آپ کی تلاشی لوں گا اور آپ ایس پی صاحب کی۔"

"ٹھیک ہے۔" خان رحمان نے کہا۔

ایک دوسرے کی تلاشی لینے پر بھی گیند نہ ملی اور سب لوگ حیرت میں ڈوب گئے —

"انکل رائے بہادر، آپ جب اندر تشریف لے گئے تھے تو کیا گیند اپنی جگہ پر ملی تھی۔" محمود نے پوچھا۔

"ہاں بالکل، میں نے اسے اٹھا کر جیب میں ڈال لیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے، اندر سے یہاں تک پہنچنے کے دوران گیند آپ کی جیب سے اڑا لی گئی — تب پھر اڑانے والے نے اسے اپنی جیب میں نہیں رکھا، یہیں کہیں چھپا دیا ہے۔ تو کیوں نہ ہم سب مہمانوں کو ایک طرف بٹھا دیں اور اس ساری جگہ کی اچھی طرح تلاشی لیں —

مثلاً میزوں کے نیچے — پودوں وغیرہ کے درمیان، ادھر ادھر" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ بہت مناسب تجویز ہے" خان رحمان بولے۔

"ٹھیک ہے، اب یہی کرنا ہوگا" رائے بہادر بولے۔

"میں ایک بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں" ایک آواز نے سب کو چونکا دیا — آواز کی طرف مڑے تو انہوں نے دیکھا، ایک بوڑھا سا آدمی بھونڈے انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"کیا یہ جملہ آپ نے کہا ہے؟" فاروق جل کر بولا۔

"ہاں، میرا خیال ہے، جملہ گرامر کی رو سے غلط نہیں ہے" بوڑھا بولقوں کی طرح بولا۔

"آپ کا دعویٰ کیا ہے؟" فرزانہ نے اسے دل چسپی کی نظروں سے دیکھا۔

"ہمارے مجمعے میں سے ایک آدمی ضرور جانتا ہے کہ شیشے کی گیند کہاں چھپائی گئی ہے" وہ خلا میں گھورتا ہوا بولا۔

"جی کیا مطلب؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"میری بات کا مطلب تو بالکل صاف ہے۔ آپ مطلب کس بات کا پوچھنا چاہتے ہیں؟" بوڑھے نے منہ بنایا۔

"آپ کا دعویٰ ہے کہ کم از کم ایک آدمی مجمعے میں ایسا ضرور ہے، جو یہ جانتا ہے کہ شیشے کی گیند کہاں چھپائی گئی ہے" فاروق نے اسے گھورا۔

"ہاں بالکل، میرا دعویٰ یہی ہے"

"تو پھر بتایئے وہ کون ہے؟"

"افسوس، میں کیسے بتاؤں، جب کہ یہ بات صرف چور کو ہی معلوم ہے" بوڑھا شوخ آواز میں بولا۔

"لاحول ولاقوۃ — یہ مذاق کا کون سا موقع ہے" فاروق جھنا اٹھا۔

"میرے خیال میں تو یہ بہترین موقع تھا" بوڑھے نے کہا۔

"چھوڑیے بھئی، گیند کی تلاش شروع ہو جانی چاہیے" رائے بہادر نے تنگ آکر کہا۔

"ویسے ان کی تعریف کیا ہے انکل" فرزانہ نے بوڑھے کو تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کن کی تعریف؟" رائے بہادر چونکے۔

"مم، میرا مطلب ہے، آپ کے اس معزز مہمان کا نام کیا ہے؟"

"اوہو، ان کا — ارے، لیکن میں نے تو انہیں زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا" رائے بہادر بوکھلا اٹھے۔

"کک، کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"ہاں، یہ سچ ہے" رائے صاحب کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولے۔

"کیا سچ ہے؟" خان رحمان آگے بڑھ آئے۔

"میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا — میں نہیں جانتا یہ کون ہیں" رائے بہادر بولے۔

"کیوں جناب، آپ کون ہیں ؟"

"مم، میں — میں ایک مہمان ہوں" بوڑھا ہکلایا۔

"اور آپ کا نام کیا ہے ؟"

"مجھے ہاشم پاپڑی والا کہتے ہیں" اس نے تنک کر کہا۔

"یہ پاپڑی والا کیا بلا ہے ؟" فاروق نے منہ بنایا۔

"اے، تم میرے گاؤں کو بلا کہنے والے کون ہو ؟" بوڑھا پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"اوہو، تو پاپڑی والا آپ کے آبائی گاؤں کا نام ہے" محمود جلدی سے بولا۔

"ہاں بالکل، کیا اس بات پر تم لوگوں کو اعتراض ہے ؟"

"جی نہیں، آپ اپنا کچھ بھی نام رکھ سکتے ہیں۔ کسی کو اعتراض کا کوئی حق نہیں — مشکل تو یہ ہے کہ اس تقریب کے میزبان آپ کو نہیں جانتے"

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔ کیا ان کا کوئی دوست اپنا کارڈ دے کر یہاں نہیں بھیج سکتا"

"ہاں، یہ تو خیر ہو سکتا ہے" رائے بہادر جلدی سے بولے۔

"گویا آپ کو میرے کسی دوست نے کارڈ دیا تھا ؟"

"ہاں، فیاض اختر آپ کے دوست ہیں نا ؟" بوڑھا بولا۔

"ہاں، بالکل ہیں — اوہو، واقعی فیاض اختر تو آئے ہی نہیں۔ یہ بات اسی وقت معلوم ہوئی ہے — تو کیا آپ کو فیاض اختر نے..."

"ہاں، میں ان کے گھر میں مہمان آیا ہوا ہوں۔ بور ہو رہا تھا، انہوں نے مجھے ادھر بھیج دیا" اس نے جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔

"لیکن وہ آپ کو اپنے ساتھ لے کر بھی آ سکتے تھے" رائے بہادر حیران ہو کر بولے۔

"وہ ان دنوں بہت مصروف ہیں — سرکاری فائلوں کا ڈھیر لگا ہے ان کے سامنے"

"ہوں، خیر چھوڑیے — اب گیند کی تلاش شروع کی جانی چاہیے"

عین اسی وقت سانپ کی پھنکار سنائی دی اور ہاشم پاپڑی والا بول اٹھا۔

"ارے، یہ تو پھنیئر سانپ کی پھنکار ہے — دوڑو، وہ رہا سانپ"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے دوڑ لگا دی اور پھر ایک میز سے الجھ کر منہ کے بل گرا — اب دوسرے کہاں ٹکنے والے تھے — سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ کسی نے اتنا بھی نہ کیا کہ پاپڑی والا کو بھی اٹھالے جاتا۔ جتنی دیر میں وہ غریب اٹھتا، سب لوگ اس جگہ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ بھاگنے والوں میں محمود فاروق اور فرزانہ بھی تھے — پھنکار اس قدر خوف ناک تھی کہ انہیں ہوش

اڑتے محسوس ہوتے تھے۔

گیٹ پر پہنچنے سے پہلے کسی میں پیچھے مڑ کر دیکھنے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ جوں ہی وہ پلٹے، انہوں نے پاپڑی والا کی چیخ و پکار سنی۔

"ارے، ارے، مجھے ۔۔۔ مجھے بچاؤ، میری مدد کرو، ظالمو سب چھوڑ کر چل دیئے۔"

انہوں نے دیکھا، پاپڑی والا ایک میز کے نیچے دبا ہوا تھا۔ میز کافی وزنی تھی اور وہ بوڑھا، یا پھر گھبراہٹ کی وجہ سے اس میز کے نیچے سے نکلا نہیں گیا تھا۔ وہ کشمکش و پیچ میں مبتلا ہو گئے، کریں تو کیا کریں۔

"بھئی فاروق، مجھ سے یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی۔ سانپ ڈستا ہے تو ڈسے، میں اسے میز کے نیچے سے نکالنے جا رہا ہوں۔" محمود بول اٹھا۔

"تو پھر میں بھی تمہارا ساتھ دوں گا۔ تمہیں اکیلے کو ہیرو نہیں بننے دوں گا۔" فاروق بولا۔

"اور میں بھی چلوں گی۔" فرزانہ نے کہا اور ان سے پہلے دوڑ لگا دی۔ اب تینوں واپس دوڑے جا رہے تھے اور خوف زدہ مہمان انہیں حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"ارے ارے، یہ تم کیا کر رہے ہو۔" پیچھے سے انہوں نے

انسپکٹر داؤد کی آواز سنی، لیکن رکنے یا جواب دینے کا وقت کس کے پاس تھا۔ انہوں نے میز کے قریب جا کر ہی دم لیا۔ بوڑھا پاپڑی والا ابھی تک میز کے نیچے دبا ہوا تھا۔ محمود نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے میز اٹھائی۔ اس کے اٹھتے ہی بوڑھا دوڑ پڑا۔

تینوں نے ارد گرد کا جائزہ لیا، لیکن سانپ کہیں بھی نظر نہ آ سکا۔

"سانپ نظر تو کہیں آ نہیں رہا۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"نکل گیا ہوگا ادھر ادھر۔" محمود بولا۔

"حضرات، سانپ جا چکا ہے۔ آپ لوگ تشریف لا سکتے ہیں۔" محمود بلند آواز میں بولا۔

"ابھی یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ پہلے اچھی طرح اطمینان کر لینا چاہیے۔" ایک مہمان نے کہا۔

"انکل، کم از کم آپ بھی آ جائیے ۔۔۔ ہم مل کر سانپ اور ٹینس کی گیند کو ایک ساتھ تلاش کر لیتے ہیں۔" فرزانہ تنگ آ کر بولی۔

"اچھا، میں آ رہا ہوں۔" خان رحمان نے ہانک لگائی، پھر وہ ان سے آ ملے۔ ایس پی جمشید کریم بھی ان میں شامل ہو گئے۔ مہمانوں کے پاس سے آتے ہوئے وہ کہہ آئے تھے کہ سب لوگ وہیں ٹھہرے رہیں۔

اب انہوں نے پہلے تو سانپ کی تلاش میں نظریں دوڑائیں، پھر

ادھر ادھر اسے تلاش کیا، لیکن سانپ کہیں نظر نہ آسکا۔ اب گیند کی تلاش شروع ہوئی۔ ایک ایک پودا دیکھ ڈالا گیا۔ میزوں اور کرسیوں کے نیچے بھی دیکھا گیا، لیکن گیند کو نہ ملنا تھا نہ ملی۔

"حاضرین آجائیے ــ نہ یہاں گیند ہے، نہ سانپ" محمود تھکے تھکے لہجے میں بولا۔

سب لوگ ڈرتے ڈرتے میزوں کی طرف آنے لگے۔ انہوں نے سُنا، رائے بہادر کہہ رہے تھے:

"اسی لیے میں نے یہ چاہا تھا کہ مہمان پہلے کھا پی لیں، اس کے بعد اس چیز کی نمائش کی جائے، لیکن میری بات نہیں مانی گئی اور سب کچھ گڑبڑ ہو گیا۔"

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ سب لوگ اپنی اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ کھانے پینے کا آغاز کیا گیا۔ لیکن سبھی پریشان تھے ایک تو وہ چیز نہ دیکھ سکے تھے، اس کا راز نہ جان سکے تھے اور اوپر سے سانپ کا خوف ــ بس جلدی جلدی دو چار لقمے کھا کھا کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور گیٹ کی طرف چل پڑے۔ رائے بہادر بھی ان کے ساتھ قدم اٹھانے لگے۔

ایسے میں بڑے میاں گورانی صاحب کی آواز سنائی دی۔

"ارے، میری چھڑی کہاں گئی؟"

"شاید جھگڑے کے دوران ادھر ادھر ہو گئی ہے۔ دیکھ لیتے ہیں

ابھی" ان کے بیٹے نے کہا۔

"حاضرین، میری ایک تجویز ہے" محمود نے ان کے جملوں کو سنا ان سنا کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں کہو، کیسی تجویز؟" رائے بہادر چلتے چلتے رک گئے۔

"جو جاتے وقت شیشے کی گیند ضرور ساتھ لے جانے کی کوشش کرے گا، کیوں نہ گیٹ پر رخصت سے پہلے ہر ایک کی تلاشی لی جائے"

"بہت اچھی ترکیب ہے" کئی مہمان بول اٹھے۔

"اگر آپ کہتے ہیں تو یہ بھی کر دیکھتے ہیں"

خان رحمان، ایس پی صاحب اور وہ تینوں سب سے پہلے گیٹ پر جا پہنچے اور باہر نکلنے والے ہر مہمان کی تلاشی لینے لگے ــ ایک ایک کرکے سب رخصت ہو گئے۔ آخر میں بوڑھا پاپڑی والا اور گورانی صاحب رہ گئے ــ گورانی اور ان کے بیوی بچے ابھی تک چھڑی تلاش نہیں کر سکے تھے اور پاپڑی والا اپنی باری کے انتظار میں پیچھے رہ گئے تھے۔ میدان صاف پا کر وہ آگے بڑھے اور ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے باہر کی طرف چلے۔ اسی وقت فرزانہ بول اٹھی۔

"ٹھہریے، ہم آپ کے بارے میں مطمئن نہیں ہیں۔"

"کک کیا مطلب؟" پاپڑی والا ہکلایا۔

"ہم فیاض اختر صاحب سے ابھی تک تصدیق نہیں کر سکے، فون

پر معلوم کر لیں، پھر آپ جا سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، چلیے فون کی طرف۔" پاپڑی والا منہ بنا کر بولا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ نے فیاض اختر کے نمبر معلوم کیے، اسے ساتھ لیا اور لان کے اس حصے میں پہنچے، جہاں فون رکھا ہوا تھا۔ وہاں گورمانی صاحب کسی کو فون پر کہہ رہے تھے:

"ہاں بھئی، میری چھڑی گم ہو گئی ہے۔ مہربانی فرما کر دوسری چھڑی لے کر فوراً پہنچو، تاکہ مجھے دقت نہ ہو۔" یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"تو کیا آپ چھڑی کے بغیر نہیں چل سکتے۔"

"چل لیتا ہوں، بھاگ دوڑ بھی لیتا ہوں، لیکن اٹھ اور بیٹھ نہیں سکتا۔ اٹھتے اور بیٹھتے وقت چھڑی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔" انہوں نے کہا اور گیٹ کی طرف چلے گئے۔ محمود نے فیاض اختر کے نمبر ڈائل کیے۔

"ہیلو، کون صاحب؟ اوہ، آپ ہیں۔ دیکھیے جناب، میں رائے بہادر صاحب کی کوٹھی سے بول رہا ہوں۔ کیا آپ نے اپنا کارڈ اپنے مہمان ہاشم پاپڑی والا صاحب کو دے دیا تھا۔ جی، جی ہاں۔ یہ بات رائے بہادر صاحب ہی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ میں، میں محمود ہوں۔ ان کا ایک مہمان ۔۔۔ اوہ، بہت بہت شکریہ۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور بولا:

"ٹھیک ہے جناب، تصدیق ہو گئی ہے، معاف کیجیے گا۔"

"کوئی بات نہیں۔" پاپڑی والا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"آؤ بھئی، ہم بھی چلیں۔" فاروق بولا۔

"ہاں، لیکن، ہم کس طرح جا سکتے ہیں۔" فرزانہ نے کہا۔

"کیوں، جانے میں کیا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیر دیے ہیں۔" فاروق بولا۔

"سب کے رخصت ہونے کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ شیشے کی وہ گیند آخر گئی کہاں؟ اسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔" محمود نے کہا۔

"زمین اور آسمان کو کیا پڑی تھی کہ اسے نگلتے یا کھاتے۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

وہ گیٹ کی طرف آئے۔ اس وقت تک پاپڑی والا بھی رخصت ہو چکا تھا۔ اب وہاں صرف وہ تینوں، خان رحمان اور پروفیسر داؤد رہ گئے تھے۔ یا پھر گورمانی صاحب چھڑی کے انتظار میں بیٹھے رہ گئے تھے۔ ان کا ایک ملازم جلد ہی چھڑی لے کر پہنچ گیا اور وہ بھی رخصت ہو گئے۔

"اب کیا پروگرام ہے بھئی۔" خان رحمان بولے۔

"آپ دونوں اگر جانا چاہیں تو خوشی سے جا سکتے ہیں۔ ہم تو

اپنا اطمینان کر کے آئیں گے — ملازمین جب سارا سامان اٹھا کر اندر رکھ دیں گے تو ہم لان کے اس حصے کا اچھی طرح جائزہ لیں گے۔"

"تو ٹھیک ہے، میں یہیں ٹھہروں گا ؛ البتہ پروفیسر صاحب بہت مصروف آدمی ہیں، یہ شاید جائیں گے۔"

"اب میں اتنا بھی مصروف نہیں کہ تم لوگوں کا ساتھ نہ دے سکوں۔ ہم دونوں مل کر ان کے لیے انسپکٹر جمشید کی کمی تو کم کر ہی سکتے ہیں۔"

"کمی کو کم کر سکیں گے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"میرا مطلب ہے، کمی کے احساس کو۔" پروفیسر داؤد جلدی سے بولے اور وہ مسکرانے لگے۔

ملازمین نے ایک گھنٹے کے اندر سب سامان اٹھا لیا۔ رائے صاحب اور وہ پانچوں ایک طرف کرسیوں پر بیٹھے انتظار کرتے رہے۔

"ویسے رائے صاحب، آپ کے ہاں پہلے بھی کبھی چنیر سانپ دکھائی دیا ہے؟"

"صرف ایک بار — آج سے دو سال پہلے میرے ملازمین نے دیکھا تھا۔ اتنے میں وہ لاٹھیاں وغیرہ لے کر آئے، سانپ غائب ہو چکا تھا۔" رائے بہادر بولے۔

"ہوں، آپ کا ذاتی خیال کیا ہے — شیشے کی گیند دراصل کیا چیز ہو سکتی ہے؟" محمود بولا —

"افسوس، میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا، ورنہ اتنے لوگوں کو کیوں جمع کرتا۔"

"اگر ہم شیشے کی گیند کو تلاش نہ کر سکے تو شاید کبھی بھی اس کا راز نہیں جان سکیں گے۔" فرزانہ کے لہجے میں حسرت تھی۔ پھر وہ اٹھے اور اس جگہ پہنچے جہاں تقریب ہوئی تھی۔ انھوں نے ایک ایک چپّا دیکھ ڈالا، لیکن گیند کہیں بھی نظر نہ آ سکی۔

"ارے!" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"پھر ارے ٹپک پڑا — اس ارے نے بھی کہیں پیچھا نہیں چھوڑنا۔" فاروق نے منہ بنایا۔ محمود نے فرزانہ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے دیے جل رہے تھے۔

"خیر تو ہے، بہت حیران نظر آ رہی ہو۔" اس نے بھی حیران ہو کر کہا۔

"تو اور بے چاری کر بھی کیا سکتی ہے۔" فاروق بولا۔

"شیشے کی گیند ہم تلاش نہیں کر سکے، اس پر مجھے حیرت نہیں، کیونکہ ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ چور کسی نہ کسی طرح اسے نکال لے جانے میں کامیاب ہو گیا — لیکن آخر وہ کہاں گئی — اسے تو یہیں کہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"کیسے، یہ تم کس کی بات کر رہی ہو؟" فاروق جھلا اٹھا۔

"اس چھڑی کی — گورانی صاحب کی چھڑی گم ہو گئی تھی، تم

وہ کہاں چلی گئی ؟"

"اوہ، واقعی — یہ تو بہت حیران کن بات ہے۔ آخر چھڑی کہاں گئی ہے ؛ وہ کوئی شیشے کی گیند کی طرح چھوٹی سی چیز تو ہے نہیں "

انہوں نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر محمود نے کہا —

" دراصل اس وقت تک ہم شیشے کی گیند تلاش کرتے رہے ہیں چھڑی نہیں — اگر ہم خاص طور پر چھڑی تلاش کر رہے ہوتے تو وہ ضرور ہمیں نظر آ جاتی "

" بات یہ بھی ٹھیک ہے — تو پھر آؤ، ایک بار پھر ہم چھڑی کو بھی تلاش کر کے دیکھ لیں " فرزانہ بولی۔

" میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اس کی کیا ضرورت ہے، اب تو گورانی صاحب دوسری چھڑی منگا کر جا بھی چکے ہیں "

" بھئی، ایسے ہی ایک بات سامنے آ گئی ہے۔ کیا یہ بات عجیب نہیں لگتی کہ وہ چھڑی کس طرح غائب ہو گئی "

" ہوں، خیر — تم لوگ چھڑی تلاش کرو۔ میں گھر فون کر کے معلوم کرتا ہوں، ابا جان آ گئے یا نہیں " فاروق بولا۔

" ٹھیک ہے، ضرور فون کرو۔"

خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو چھڑی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ رائے بہادر کے ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف چلے گئے۔ محمود

اور فرزانہ چھڑی کی تلاش میں جٹ گئے — ادھر فاروق نے گھر کے نمبر ڈائل کیے — دوسری طرف سے انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی تو وہ چہک کر بولا:

" ارے ابا جان، آپ گھر آ چکے ہیں ؟"

" ہاں بھئی، کیوں خیر تو ہے ؟"

" اس تقریب میں تو بہت عجیب و غریب واقعات پیش آئے ہیں "

" میرا بھی یہی خیال تھا — رائے بہادر صاحب کے ہاں تقریب ہو اور عجیب و غریب حالات نہ پیش آئیں — یہ ہو ہی نہیں سکتا، ویسے ذرا سناؤ تو — کیا حالات رہیں ؟"

فاروق بتانے لگا — اس نے ایک ایک بات تفصیل سے انہیں بتائی — اس کے خاموش ہونے پر وہ بولے،

" پھر اب تم وہاں کیا کر رہے ہو، واپس آ جاؤ "

" جی، وہ ذرا چھڑی نے الجھا لیا ہے " فاروق نے منہ بنایا۔

" چھڑی نے، کیا مطلب ؟" وہ چونکے۔

اور فاروق انہیں چھڑی کے بارے میں بھی بتانے لگا — ابھی وقت محمود کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی :

" فاروق، مبارک ہو، چھڑی مل گئی ہے "

پچاس فون

"لیجیے، بھی ابھی محمود نے اطلاع دی ہے کہ چھڑی مل گئی ہے۔ اب ہمارے لیے کیا حکم ہے ؟"

"جو مناسب سمجھو کرو۔" یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔ ان کے اس طرح ریسیور رکھنے پر اسے بہت حیرت ہوئی، پھر وہ جلدی سے اس جگہ پہنچا، جہاں محمود اور فرزانہ موجود تھے۔ اس جگہ تقریب کا سارا سامان ڈھیر تھا۔ میزیں بھی کھڑی کرکے رکھی گئی تھیں۔

"ہاں بھئی، کہاں ہے چھڑی ؟" فاروق ان کے نزدیک پہنچتے ہوئے بولا۔

"پہلے یہ بتاؤ، ابّا جان نے کیا کہا ہے ؟"

"کچھ بھی نہیں، میں نے انہیں تمام حالات بتا دیے ہیں۔ مشورے کے طور پر یہ پوچھا تھا کہ اب ہم کیا کریں۔ انھوں نے کھلی چھٹی دے دی اور ریسیور رکھ دیا۔"

"کھلی چھٹی، کیا مطلب ؟" فرزانہ بولی۔

"یہ کہ ہم جو جی میں آئے، کر سکتے ہیں۔"

"بہت خوب، یہ دیکھو، یہ رہی چھڑی۔" محمود نے ایک میز کے نچلے حصے کی طرف اشارا کیا۔ فاروق کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ چھڑی اس کے اندرونی حصے میں دو کونوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ یعنی چھڑی کے سرے اس کے کونوں میں فٹ آ گئے تھے اور اس طرح دو مشکلیں بن گئی تھیں۔

"حیرت ہے، یہ یہاں آ کس طرح گئی ؟" فاروق بڑبڑایا۔

"تمھاری یادداشت روز بروز کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ یاد نہیں، ایک میز بوڑھے پاپڑی والا کے اوپر گر گئی تھی، اسے ہم نے سیدھا کر دیا تھا، جب میز ان کے اوپر گری، اس وقت کہیں چھڑی اس جگہ پھنس گئی، ہماری توجہ میز کو اٹھاتے وقت پاپڑی والا کی طرف تھی، اس لیے چھڑی کو نہ دیکھ سکے۔ بعد میں بھلا کسی کو میزوں کے ان حصوں میں دیکھنے کا خیال کس طرح آ سکتا تھا۔" فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"چلو خیر، تمھاری یادداشت تو طاقت ور ہے نا، ہم اس سے کام چلالیں گے۔" فاروق نے جھنّا کر کہا۔

"دھت تیرے کی — کسی جگہ اور کسی وقت تو تم باز رہا کرو۔" محمود نے بھی جھلّا کر ران پر ہاتھ مارا۔

چھڑی کو میز میں سے نکال کر وہ لائے بہادر کے پاس آئے۔

"لیجیے جناب، کم از کم ہم نے چھڑی تو تلاش کر لی ہے۔"

"اس کی ایسی کون سی ضرورت تھی۔ شیشے کی گیند تلاش کرتے تو بات بھی تھی۔" رائے بہادر نے روکھے سادہ لہجے میں کہا۔

"فکر نہ کریں، انشاءاللہ وہ بھی تلاش کر لیں گے۔ اب ہم اس کا کیا کریں؟"

"رکھ دیں یہاں، میں گورانی صاحب کو فون کر دیتا ہوں۔ اپنے کسی ملازم کو بھیج کر منگا لیں گے۔"

"شکریہ جناب، یہ رہی چھڑی۔ ہم ذرا سامان کو ایک بار اور ٹٹول لیں۔ شاید اس بار شیشے کی گیند تلاش کر ہی لیں۔"

"اچھی بات ہے۔" انہوں نے کہا اور فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر گھمانے لگے۔ تینوں پھر سامان کے پاس پہنچ گئے اور تمام چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگے۔

تقریباً ایک گھنٹے تک کوشش کرنے کے باوجود انہیں کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ آخر وہ پھر ڈرائنگ روم میں آ گئے۔

"کہیں بھئی، کیا رہا؟" خان رحمان بولے۔

"ناکامی۔" محمود بولا: "میرا خیال ہے، اب ہمیں بھی چلنا چاہیے۔"

"اس کا مطلب ہے، شیشے کی گیند کا راز راز ہی رہ جائے گا۔" رائے بہادر حسرت زدہ لہجے میں بولے۔

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، تاہم یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" وہ خان رحمان اور پروفیسر داؤد کے ساتھ باہر کی طرف چلے

رائے بہادر انہیں رخصت کرنے گیٹ تک آئے۔ عین اسی وقت ایک شخص سائیکل سے اتر کر گیٹ کی طرف بڑھتا نظر آیا۔

"ہاں بھئی، کیا بات ہے؟" رائے بہادر بولے۔

"جی، مجھے گورانی صاحب نے بھیجا ہے۔" اس نے کہا۔

"کیا مطلب؟" رائے بہادر اچھل پڑے۔ خان رحمان اور پروفیسر داؤد کے چہروں پر بھی حیرت کے آثار پھیل گئے۔

"جی ہاں، انہوں نے اپنی چھڑی منگائی ہے۔ آپ نے فون کیا تھا نا۔"

"ہاں، لیکن۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" رائے بہادر نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟" محمود بے چین ہو گیا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے گورانی صاحب کا ملازم چھڑی لے کر جا چکا ہے۔ اب انہوں نے دوسرا ملازم کیوں بھیج دیا۔"

"کیا؟" محمود، فاروق اور فرزانہ زور سے چلائے۔ ان کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

"اس کا مطلب ہے، چھڑی کوئی غلط آدمی لے گیا ہے۔" فرزانہ

بڑبڑائی —

"کیا تم گورمانی صاحب کے ملازم ہو؟" رائے بہادر نے جلدی سے پوچھا۔

"جی ہاں بالکل۔"

"کیا ان کا کوئی ملازم پھولی ہوئی ناک والا بھی ہے؟"

"نہیں، ان کے گھر میں صرف تین ملازم ہیں، تینوں لمبی ناک والے ہیں۔"

"اوہ تب تو چھڑی ضرور کوئی غلط آدمی لے گیا ہے۔" رائے بہادر بولے۔

"حیرت ہے کسی کو وہ چھڑی اس طرح لے جانے کی آخر کیا ضرورت تھی۔" رائے بہادر بڑبڑائے۔

"معاملہ حد درجے دلچسپ ہو گیا ہے۔" محمود پر جوش لہجے میں بولا۔

"ابھی کیا ہے، ابھی تو اور دلچسپ ہو گا۔" فاروق جل کر بولا۔

"اس میں جلنے بھننے کی کیا ضرورت ہے؟" محمود نے منہ بنایا۔

"اسے ضرورت کی کیا ضرورت، بلا ضرورت بھی جل بھن سکتا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"سوال یہ ہے کہ چھڑی یہاں سے کون لے گیا؟" رائے بہادر بولے۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا — اس معاملے میں ابا جان سے مشورہ کرنا ہو گا۔ وہ گھر پہنچ چکے ہیں، ہم جاتے ہی ان سے بات کریں گے۔"

"اچھا، جو بھی نتیجہ نکال سکو، مجھے فون کر دینا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔"

وہ وہاں سے روانہ ہوئے اور گھر آ گئے — پروفیسر داؤد اور خان رحمان راستے میں ہی ان سے رخصت ہو گئے — ان کے لیے دروازہ بیگم جمشید نے کھولا۔

"ابا جان نے تو بتایا تھا کہ گھر پہنچ چکے ہیں۔" فرزانہ پریشان ہو کر بولی۔

"تھوڑی دیر پہلے ہی کہیں گئے ہیں، ابھی آتے ہی ہوں گے۔" بیگم جمشید بولیں۔ اسی وقت گھنٹی بجی۔ محمود فوراً دروازے پر پہنچا اور دوسرے ہی لمحے انسپکٹر جمشید اندر داخل ہوتے نظر آئے۔

"تو تم لوگ لوٹ آئے — ناکامیاں مبارک ہوں۔" وہ مسکرا کر بولے۔

"شکریہ ابا جان، کیا آپ اس سلسلے میں ہماری مدد نہیں کریں گے؟"

"کس قسم کی مدد چاہتے ہو؟"

"پورے حالات آپ سن چکے۔ اب چھڑی والا واقعہ اور سن لیں، اس کے بعد ہمیں بتائیں کہ ہم کیا کریں۔" محمود جلدی جلدی بولا۔

"گویا پورا کیس خود حل کرنا چاہتے ہو۔" وہ بولے۔

"جی، جی نہیں — یہ بات تو نہیں۔ اگر آپ اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں تو ہمیں اس صورت میں اور بھی خوشی ہو گی۔"

"خیر، یہ کیس تم خود ہی حل کرو گے۔ پہلے چھڑی والا واقعہ
دہراؤ۔"

محمود نے پوری بات تفصیل سے سنا دی اور وہ مسکرا اٹھے۔

"ابا جان، آپ مسکرا رہے ہیں۔"

"میں مجرم کی چالاکی پر ہنس رہا ہوں، چھڑی کس صفائی سے لے
گیا۔ خیر بھئی، اب سب سے پہلے تو تمہیں اس شخص کو تلاش کرنا
ہو گا جو چھڑی لے گیا ہے۔"

"یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کیس میں یہ چھڑی
کہاں سے ٹپک پڑی۔ اصل معاملہ تو تھا شیشے کی گیند کا۔"

"تم نے اس چھڑی کا جائزہ لیا تھا، اسے بغور دیکھا تھا؟" انسپکٹر
جمشید نے پوچھا۔

"ن، نہیں۔ ہم نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔" محمود
ہکلایا۔

"تم میں بس یہی ایک کمی ہے۔" انہوں نے بُرا سا منہ بنایا۔

"جی، کون سی کمی؟" فرزانہ چونکی۔

"یہ کہ بعض چیزوں کو غیر اہم سمجھ کر ان کا جائزہ نہیں لیتے،
حالانکہ چھڑی والا معاملہ کافی اہمیت اختیار کر گیا تھا، پھر بھی تم نے
اسے اصل معاملے سے الگ ہی سمجھا۔"

"الگ، کیا مطلب، کیا چھڑی کا بھی اصل معاملے سے کوئی تعلق

ہے۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔ فاروق اور فرزانہ تو تقریباً اچھل پڑے۔

"میں تو یہی سمجھتا ہوں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔ عین اس
وقت فون کی گھنٹی بجی۔ ریسیور اٹھاتے ہوئے وہ بولے:

"ہیلو، انسپکٹر جمشید بول رہا ہوں۔"

"اور میں دلئے بہادر ہوں۔ اس بات کا افسوس رہے گا کہ
آپ آج تقریب میں نہیں آئے۔ اگر آپ ہوتے تو شاید وہ نہ ہوتا
جو ہوا۔ خیر، قدرت کو یہی منظور تھا۔ محمود، فاروق اور فرزانہ گھر پہنچ ہی
چکے ہوں گے۔"

"جی ہاں، پہنچ چکے ہیں۔"

"اور آپ ان سے سارے واقعات بھی سن چکے ہیں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"تو پھر مہربانی فرما کر ان کے ساتھ فوراً ہی چلے آیئے۔ میں
بہت پریشان ہو گیا ہوں۔"

"کیوں۔ ان کے آنے کے بعد کیا کوئی اور بات ہو گئی ہے؟"

"ہاں، بہت ہی عجیب بات۔ بس آپ لوگ آ جایئے۔" یہ کہہ کر
انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"لو بھئی، وہاں کچھ اور معاملہ بھی پیش آ گیا ہے۔" انہوں نے بھی
ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔

"جی، کچھ اور معاملہ۔ کیا مطلب؟"

"مطلب انہوں نے نہیں بتایا، ہمیں فوری طور پر بلایا ہے۔
تم تینوں مجھے ساتھ لے جانا پسند کرو گے یا خود ہی کیس کو دیکھ لو گے؟" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"جی تو یہی چاہتا ہے کہ خود ہی دیکھ لیں، لیکن اگر آپ چلنا پسند کرتے ہیں، تو ہم ہرگز اعتراض نہیں کر سکتے۔"

"تو پھر تم ہی چلے جاؤ — میرا ذہن آج کچھ تھکا ہوا ہے۔ بہت مصروف رہا ہوں دن بھر۔"

"جی بہتر، ہم ابھی روانہ ہو جاتے ہیں۔"

وہ ایک بار پھر رائے بہادر کی کوٹھی کی طرف اُڑے جا رہے تھے۔ رائے بہادر انہیں کوٹھی کے گیٹ کے پاس ہی ٹہلتے نظر آئے۔ ان کے چہرے پر بلا کا جوش طاری تھا۔ ان پر نظر پڑتے ہی گیٹ کی طرف لپکے۔

"انسپکٹر صاحب نہیں آئے۔" وہ بے چین ہو کر بولے۔

"اس معاملے کی باگ ڈور انہوں نے ہمارے ہاتھوں میں دے دی ہے۔"

"اچھا خیر، آؤ اندر — آج کا دن حیرتوں کا دن ہے۔" یہ کہہ کر وہ اندر کی طرف چلے — انہیں لے کر اپنے کمرے میں آئے اور دروازہ اندر سے بند کر لیا، پھر سرگوشی کے انداز میں بولے:

"وہ چیز لوٹ آئی ہے۔"

"جی کیا مطلب، لوٹ آئی ہے، یعنی شیشے کی گیند۔"

"ہاں، آدھ گھنٹہ پہلے ایک آدمی کاغذ کی کئی تہوں کے درمیان لپٹی وہ چیز مجھے دے گیا۔ اس نے صرف اتنا کہا تھا، یہ آپ کے دوست کی طرف سے ہے۔ میں نے کھول کر دیکھا تو اس میں وہی گیند چمک رہی تھی — میری حیرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا — میں نے فوراً آپ لوگوں کو فون کر ڈالا۔"

"آپ نے اچھا کیا، ہمیں فون کر ڈالا — اس وقت ہماری حیرتوں کے پاس بھی کوئی ٹھکانا نہیں بچا ہے اور وہ حیران ہو رہی ہیں کہ اب ان کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔" فاروق نے معصومانہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ جھنا کر اس طرف پلٹے۔

"چھوڑیے رائے صاحب، اب آپ جلدی سے ہمیں وہ گیند دکھا دیجیے۔" محمود نے فاروق کو گھورا۔

"اچھی بات ہے، اب میں نے اسے اپنے سیف کے خفیہ خانے میں رکھا ہوا ہے۔ اس خانے کے بارے میں میرے علاوہ کسی کو معلوم نہیں، لہٰذا میں وہ خانہ تم لوگوں کے سامنے بھی نہیں کھول سکتا — تم ایسا کرو کہ دوسری طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔"

"گویا آپ کو ہم پر بھروسا نہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"یہ بات نہیں، بس میں ذرا احتیاط پسند ہوں۔" انہوں نے کہا۔ وہ مڑے تو ان کے ہاتھ میں واقعی ایک شیشے کی گیند نظر آئی۔

وہ جلدی سے اس کے نزدیک ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ان کی حیرت میں اضافہ ہو گیا کہ اس کے اندر ستارے بھاگ دوڑ میں مصروف تھے۔

"اُف خدا! یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے ستارے آنکھ مچولی کھیل رہے ہوں" فرزانہ کانپ کر بولی۔

"ستاروں کی آنکھ مچولی، یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"دھت تیرے کی۔ پھر وہی ناول کا نام ہو سکتا ہے" محمود نے جھنجھلا کر ران پر ہاتھ مارا اور آگے بڑھ کر گیند کو رائے صاحب کی ہتھیلی پر سے اٹھا لینا چاہا، لیکن انھوں نے فوراً ہاتھ پیچھے گھسیٹ لیا۔

"یہ کیا؟" محمود حیران رہ گیا۔

"آپ اسے ہاتھ نہیں لگائیں گے، میں ڈرتا ہوں، یہ کہیں پھر نہ گم ہو جائے۔"

"آپ اطمینان رکھیں، اب ہم اسے گم نہیں ہونے دیں گے" فرزانہ بولی۔

"اس کے باوجود میں اسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"خیر آپ کی مرضی۔ کیا یہ شیشے کی طرح سخت ہے؟"

"ہاں بالکل" انھوں نے فوراً کہا۔

"اب آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"یہی پوچھنے کے لیے تو میں نے تم لوگوں کو بلایا ہے۔ اب میں کیا کروں۔"

"پچاس فون کریں" فاروق یک دم بول اٹھا۔

"کیا کہا، پچاس فون کروں" رائے بہادر حیران رہ گئے۔

"ہاں، ان تمام دوستوں کو جنھیں آج تقریب میں بلایا گیا تھا۔ ہر ایک کو فون کر کے بتائیں کہ شیشے کی گیند حیرت انگیز طور پر واپس مل گئی ہے، لہٰذا کل تقریب دوبارہ ہو گی" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔ محمود اور فرزانہ نے اس کی طرف حیرت بھرے انداز میں دیکھا، لیکن اس کی بات پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

"دوبارہ تقریب ہو گی" رائے بہادر کھوئے کھوئے لہجے میں بولے، پھر چونک اٹھے۔

"اوہ، بالکل ٹھیک، اس سے بہتر مشورہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ ٹھیک ہے، میں ابھی فون شروع کرتا ہوں"

"تو پھر ہمیں اب اجازت دو۔"

"نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تمھاری بتائی ہوئی ترکیب پر عمل کرنے کی صورت میں تمھیں اجازت کیسے دی جا سکتی ہے"

"جی کیا مطلب؟"

وہ چلا

اب کل کی تقریب تک تم لوگوں کو یہیں ٹھہرنا ہوگا۔ کیا خبر، پھر اس گیند کو اڑانے کی کوشش کی جائے۔"

"خیر، ہم ابا جان سے اجازت لینے کی کوشش کریں گے۔ اگر انہیں اعتراض نہ ہوا تو ضرور ٹھہر جائیں گے۔"

"تو پھر میں اپنا کام شروع کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انھوں نے مہمانوں کی فہرست الماری میں سے نکالی اور فون پر فون کرنے لگے۔ اس سے پہلے وہ گیند کو پھر خفیہ خانے میں رکھ چکے تھے اور ایسا کرتے وقت انھوں نے ان کے منہ پھر دروازے کی طرف کرادیے تھے۔

"آپ کو فون کرنے میں بہت دیر لگ جائے گی۔ اجازت ہو تو ہم ذرا کوٹھی کی سیر کرلیں۔"

"ہاں، ضرور، کیوں نہیں۔" انھوں نے کہا۔

"آپ کے بیوی بچے نظر نہیں آئے۔"

"میں اس دنیا میں اکیلا ہوں۔" انھوں نے سرد آہ بھری۔

"اوہ، بہت افسوس ہوا یہ سن کر۔" تینوں ان کے کمرے سے نکل آئے اور کوٹھی کا ایک ایک حصہ دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔

"اس معاملے کا مجھے تو کوئی سر پیر نظر نہیں آیا۔ شیشے کی گیند حیرت انگیز حالات میں رائے بہادر کو ملی تھی۔ انھوں نے اپنے تمام دوستوں کو دکھانے کے لیے اور یہ جاننے کے لیے کہ دراصل

وہ کیا چیز ہے، ایک تقریب کا انتظام کیا، لیکن کسی نے [illegible] سے اڑا لی۔ تلاشی لینے پر بھی شیشے کی گیند نہ مل سکی۔ دوبارہ تلاشی لی گئی، لیکن کچھ نہ بنا۔ اس وقت نہ جانے کہاں سے وہ کم بخت سانپ نکل آیا۔ بھگدڑ مچ گئی۔ اس بھگدڑ میں ہاشم پاپڑی والا ایک میز کے نیچے دب گیا۔ اسے ہم نے نکالا۔ اس ہنگامے میں ہی گورمانی صاحب کی چھڑی گم ہوگئی۔ چھڑی کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ وہ ملی بھی عجیب جگہ سے، پھر گورمانی صاحب کے ملازم کی بجائے کوئی اور شخص لے گیا۔ گورمانی صاحب کا ملازم خالی ہاتھ لوٹا اور اب شیشے کی گیند پھر رائے صاحب کے پاس ہے۔ کسی نے وہ انہیں واپس کردی ہے۔ اگر واپس ہی کرنا تھا تو اڑائی کیوں تھی۔ یہ سب باتیں ایسی باتیں ہیں، جو ہمیں الجھائے دے رہی ہیں۔" محمود کہتا چلا گیا۔

"زیادہ عجیب باتوں پر تم نے روشنی ڈالی ہی نہیں۔" فرزانہ منمنائی۔

"وہ تم ڈال دو۔" فاروق جلدی سے بولا۔

"رائے صاحب نے اپنی کار ایک شاپنگ سنٹر کے سامنے کھڑی کی تھی۔ اچانک انھوں نے ایک شخص کو شیشے کی گیند ہاتھ میں لیے آتے دیکھا، پھر اسے کسی نے دھکا دیا۔ وہ منہ کے بل گرا اور وہ چیز رائے صاحب کی کار میں گری۔ انھوں نے کار چلادی۔ دھکا دینے

نے اُن کا تعاقب کیا اور ان کی کار کی تلاشی لی، لیکن رائے صاحب گیند کو کار کے خفیہ خانے میں رکھ چکے تھے، پھر وہ شخص ان کی کوٹھی دیکھ کر چلا گیا ۔۔ ہم اس پوری کہانی میں اس پہلے شخص کو بھول رہے ہیں، جس کے ہاتھ میں سب سے پہلے گیند دیکھی گئی اور جو دھکا کھا کر منہ کے بل گرا۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ کون تھا ۔۔ دوسرے یہ کہ دھکا دینے والا کون تھا ۔۔ ہمیں رائے صاحب سے ان دونوں یا کم از کم دوسرے کا حلیہ تو معلوم ہو ہی سکتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔" فرزانہ پرجوش لہجے میں بولی۔

"دوسری حیرت انگیز بات یہ کہ تقریب میں کوئی غلط آدمی کس طرح شامل ہو گیا۔ یہاں تو داخلہ صرف کارڈوں کے ذریعے ہوا تھا اور کارڈ رائے صاحب نے کسی غلط آدمی کو بھجوا دیا ہو، یہ بات ذہن تسلیم نہیں کرتا۔"

"بھئی، آنے کو تو ہم بھی اندر آ گئے تھے۔" فاروق مسکرایا۔

"لیکن اس قسم کا کوئی اور واقعہ تو نہیں ہوا۔" فرزانہ بولی۔

"بس ہے دے کے گورمانی صاحب کی چھڑی کا معاملہ پتے نہیں پڑا اور بوڑھا ہاشم پاپڑی والا بھی کچھ عجیب سا آدمی لگتا ہے۔ میرا خیال ہے، ہمیں ان دونوں کو بھی چیک کرنا ہوگا۔" محمود نے کہا۔

"ٹھیک ہے، پہلے ہم رائے صاحب سے گورمانی صاحب کے

متعلق معلوم کریں گے۔ پاپڑی والا کے بارے میں تو ان کا دوست فیاض اختر ہی بتا سکیں گے ۔۔ رہ گئے وہ دونوں پہلے آدمی ۔۔ ان کا پتا چلانا بھی آسان کام نہیں ہوگا؛ گویا ہم نے ایک مشکل کیس اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔" فرزانہ جلدی جلدی کہتی چلی گئی۔

"مشکلوں کے آسان کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں، پھر فکر کیا؟" فاروق گنگنایا۔

چکر لگا کر وہ واپس آئے تو رائے صاحب ابھی تک فون کر رہے تھے۔ آخر ریسیور رکھتے ہوئے انہوں نے کہا:

"اف توبہ، سر میں درد پیدا کرنے والا کام تھا یہ بھی۔"

"شکر ہے ختم ہو گیا ۔۔ رائے صاحب، کیا آپ ان دو آدمیوں کے حلیے بتا سکتے ہیں؟" محمود بولا۔

"کن دو کے؟"

"وہی جو آپ کو شاپنگ سنٹر میں نظر آئے تھے۔ ایک وہ جس کے ہاتھ میں پہلے گیند نظر آئی تھی ۔۔ دوسرا وہ جس نے پہلے کو دھکا دیا تھا۔ اسے تو خیر آپ نے بعد میں بھی دیکھا تھا۔"

"ہوں، میرا خیال ہے، میں پہلے کا حلیہ صاف طور پر نہیں بتا سکتا، کیونکہ چہرے پر ایک نظر ڈال سکا تھا ۔۔ اں، اتنا کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک لمبے قد کا پتلا دبلا آدمی تھا۔ دوسرا اس سے کم، مگر سڈول جسم والا تھا ۔۔ اس کے سر کے بال بھورے، آنکھیں بھوری

...بھی نوک اوپر اٹھی ہوئی تھی۔ ٹھوڑی میں ایک گڑھا بھی تھا۔
محمود نے دونوں کے حلیے اپنی نوٹ بک میں درج کر لیے۔

"تو پھر کیا رہا، کیا کل تقریب پھر ہوگی؟"

"ہاں بالکل، اور اس بار انشاءاللہ گیند کو گم نہیں ہونے جائے گا۔" رائے صاحب نے کہا۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ رائے صاحب نے ریسیور اٹھایا، پھر محمود کی طرف بڑھا دیا:

"تمہارے ابا جان کا فون ہے۔"

"السلام علیکم ابا جان۔" محمود بولا۔

"وعلیکم السلام — ہاں بھئی، کیا معاملہ تھا؟"

"گیند رائے صاحب کو واپس کر دی گئی ہے — اب وہ پھر ان کے پاس ہے — ہم نے انہیں مشورہ دیا ہے کہ وہ کل پھر تقریب کا انتظام کریں اور ان سب لوگوں کو بلائیں، جو آج دعوت میں شریک تھے۔"

"بہت خوب، نیک مشورہ دیا تم نے — تمہاری جگہ میں ہوتا تو بالکل یہی مشورہ دیتا۔"

"شکریہ ابا جان۔" محمود نے خوش ہو کر کہا، پھر بولا: "اب رائے صاحب کی خواہش یہ ہے کہ ہم گیند کی حفاظت کے پیش نظر رات ان کے ہاں گزاریں۔ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

"ٹھیک ہے، گزار لو، لیکن صبح تمہیں سکول جانا ہے۔"

"جی ہاں، ہم صبح سویرے گھر پہنچ جائیں گے اور [illegible] کر سکول چلے جائیں گے، آپ فکر نہ کریں۔"

"تو ٹھیک ہے، پوری طرح ہوشیار رہنا، کہیں گیند پھر ہاتھوں سے نہ نکل جائے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔" محمود نے کہا اور انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

اسی وقت فرزانہ کو ایک خیال آیا:

"کمال ہے، گیند تو واپس مل گئی اور گورمانی صاحب کی چھڑی نہیں مل سکی۔"

"خیر بھئی، ہمیں چھڑی کی ضرورت بھی کیا ہے۔ اب تو بس ہمیں کل شام کا انتظار کرنا ہے۔ کب شام ہوتی ہے اور تقریب کا آغاز ہوتا ہے۔"

رات کا کھانا کھانے کے بعد انہوں نے کوٹھی کے تمام دروازے اور کھڑکیاں اپنے سامنے بند کرائیں۔ چھت کے ذریعے نیچے اترنے والا راستا بھی بند کروا دیا اور جب ہر طرح اطمینان ہو گیا تو رائے صاحب کے پاس آ گئے۔

"تو تم لوگوں کو پوری طرح یقین ہے، اب کوئی شخص اندر داخل نہیں ہو سکے گا؟"

"جی نہیں، اس بار تو یقین نہیں ہے، کیونکہ آج کل ہزاروں طریقے ایجاد کیے جا چکے ہیں۔" فاروق بولا۔

"تو پھر تم لوگوں کا فائدہ کیا ہوا؟"

"ہم یہاں موجود ہیں۔۔۔ اگر کسی نے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تو اس سے نبٹ لیں گے۔" محمود نے منہ بنایا۔

"لیکن کوئی اندر داخل ہو ہی کیوں؟"

"اب اگر کوئی شخص ہیلی کاپٹر پر سوار ہو کر آپ کی چھت پر اتر جائے تو ہم اسے اترنے سے کس طرح روک سکتے ہیں۔۔۔" فاروق جل کر بولا۔

"لیکن اسے نیچے اترتے ہوئے گولی تو ماری جا سکتی ہے۔"

"جی ہاں، لیکن اس کے لیے تمام رات چھت پر موجود رہنا ہوگا، وہ بھی جاگتی حالت میں، نہ کہ سوتے ہوئے۔"

"تو کیا میں اپنے ملازمین کو چھت کی نگرانی پر لگا دوں۔"

"ضرور، یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ ویسے بہتر ہوگا کہ آپ بھی تجوری والے کمرے میں سونے دیجیے۔ اس صورت میں کوئی بھی ہم سے ٹکرائے بغیر تجوری تک نہیں پہنچ سکتا۔" فاروق بولا۔

"لیکن اس کمرے میں صرف میں سوتا ہوں، مجھے اور کسی جگہ نیند نہیں آتی۔"

"خیر، پھر تو مجبوری ہے۔۔۔ اچھا خدا حافظ۔"

اور وہ اپنے کمرے میں چلے آئے۔ ان کے اور رائے صاحب کے کمرے کے درمیان تین کمرے اور تھے؛ گویا درمیانی فاصلہ تین کمروں

کا تھا۔ ملازمین کے لیے کوٹھی سے باہر پچھلے حصے میں کمرے بنے ہوئے تھے۔ گویا رات کے وقت وہ لوگ بھی کوٹھی میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔۔۔

"نہ جانے کیوں، چھڑی میرے ذہن میں چبھ رہی ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"اللہ رحم کرے۔۔۔ اب ذہنوں میں چھڑیاں بھی چبھا کریں گی۔" فاروق بول اٹھا۔

"میرے تو یہ پورا معاملہ ہی پلے نہیں پڑا۔" محمود بولا۔

"اللہ تم پر بھی اپنا رحم فرمائے۔"

"اوہو، تم تو اس طرح کہہ رہے ہو، جیسے پورا کا پورا معاملہ تمہارے ذہن میں صاف ہو چکا ہے۔"

عین اسی وقت ایک تیز چیخ ابھری۔۔۔ ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ پھر وہ تیزی سے اٹھے اور کمرے سے نکل آئے۔ ساتھ ہی انہوں نے رائے بہادر کا کمرہ کھلتے دیکھا۔

"لک، کہیں میرے کان تو نہیں بجے تھے؟" انہوں نے کانپ کر کہا۔

"جی نہیں، یہ چیخ کی آواز ہم نے بھی سنی ہے اور غالباً کوٹھی کے پچھلے حصے سے آئی ہے۔"

"اوہ۔۔۔ یہ کہتے ہی رائے صاحب دوڑ پڑے۔ تینوں ان کے

وہ چھپے۔ اندرونی دروازہ کھول کر وہ سرونٹ کوارٹر کی طرف بھا
پچھلے کوارٹر کا دروازہ کھلا تھا۔ ایک ملازم فرش پر پڑا بری طرح
نظر آیا۔ باقی دو بوکھلاہٹ کے عالم میں اسے دیکھ رہے تھے
"اس، اسے، اسے کیا ہوا؟" رائے بہادر ہکلائے۔
"ج، جی — پپ، پتا نہیں — ہم نے تو اس کی چیخ کی آ
سنی تھی۔"
"کریم، تمہیں کیا ہوا؟" وہ اس پر جھکتے ہوئے بولے۔ محمو
فاروق اور فرزانہ نے بھی یہی کیا، لیکن چیخنے کی وجہ سمجھ میں نہیں
سکی، کیونکہ اس کے جسم کے کسی حصے سے خون نہیں بہہ رہا تھا
"کیا تمہارے پیٹ میں درد ہے؟" فاروق نے پریشان ہو
پوچھا۔
لیکن کریم تو بس تڑپے جا رہا تھا، کسی ایسی مچھلی کی طرح
پانی سے نکال باہر پھینکا گیا ہو — دیکھتے دیکھتے وہ ساکت ہو
آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئیں۔
"حیرت ہے، آخر اسے کیا ہوا — ٹھہرو، میں ڈاکٹر کو فون کر
آتا ہوں۔" یہ کہہ کر رائے بہادر مڑے۔
"آپ اس کے پاس ہی ٹھہریں، فون میں کر آتا ہوں۔"
جلدی سے بولا — نہ جانے کیوں اسے کسی شدید خطرے کا احساس
رہا تھا۔

"اچھی بات ہے۔" وہ بولے اور محمود تیز تیز قدم اٹھاتا چلا
—
فون رائے صاحب کے کمرے میں رکھا رہتا تھا؛ چنانچہ وہ
ادھر گیا۔ جوں ہی کمرے میں داخل ہوا، اس کے اٹھتے قدم
گئے — منہ حیرت سے کھل گیا — کمرے میں دو نقاب پوش موجود
تھے۔ ان کے ہاتھوں میں پستول تھے — ان میں سے ایک کا رخ
دروازے کی طرف اور دوسرے کا تجوری کی طرف تھا۔ وہ تجوری میں
تالی پر چابی گھما رہا تھا۔
"ہیلو۔" اس نے کہا جو اس کی طرف رخ کیے کھڑا تھا۔ دوسرے
نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اپنے کام میں مصروف رہا۔
"تو تمہیں اس گیند کی تلاش ہے۔"
"ہاں۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
"یہ کیا مشکل ہے — ٹھہرو، میں تمہیں تجوری کی چابی لا دیتا
ہوں۔" یہ کہہ کر محمود مڑا — ساتھ ہی اس نے گرج دار آواز سنی:
"خبردار، اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔"
"رائے صاحب کے ملازم کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا ہے؟"
"ہم نے اس کے گردوں کے مقام پر زبردست ٹھوکریں رسید
کی ہیں — چاہتے یہ تھے کہ وہ زور زور سے چیخے چلائے، تم لوگ
دروازے کھول کر ادھر بھاگو اور ہم اندر داخل ہو جائیں — یوں کیسی

"نمک حرام ہی کہیں گے ہم اسے، کیونکہ اس بے چارے ملازم کا کیا قصور تھا۔"

"اپنا مطلب نکالنے کے لیے بعض اوقات ایسے اقدام بھی کرنے پڑتے ہیں۔ رائے صاحب اور تمہارے ساتھی شاید وہیں رہ گئے۔ میرے ساتھ — انہیں بھی یہیں لے آئیں۔"

"چلو۔" محمود نے لاپروائی سے کہا۔

نقاب پوش دروازے کی طرف بڑھا، پھر اسے اپنی جگہ رکے دیکھ کر بولا:

"ہاتھ اوپر اٹھا لو، منہ دوسری طرف کر لو اور مجھ سے دس قدم آگے آگے چلو۔ کوئی چالاکی کام نہیں آئے گی۔"

"اچھا۔" محمود نے کہا اور ہاتھ اوپر اٹھا کر منہ دوسری طرف کر لیا، پھر دس قدم چل کر رک گیا —

"رکنے کی ضرورت نہیں۔ بس چلتے رہو۔"

"بہت بہتر۔" وہ مجبوری کی حالت میں چلتا رہا — یہاں تک کہ کوارٹر تک پہنچ گیا — قدموں کی آواز سن کر فاروق، فرزانہ اور رائے بہادر اس کی طرف مڑے اور ٹھٹک کر رہ گئے۔

"ارے! یہ فون کر کے آئے ہیں۔" فاروق نے چونک کر کہا۔

"میں کیا کرتا، یہ لوگ کمرے میں موجود تھے اور پستول ان کے

ہاتھوں میں تھے۔" محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔

"لیکن یہ جمع تو نہیں، یہ تو واحد ہے۔" فاروق نے کہا۔ وہ "اس کا ایک ساتھی تجوری کے ساتھ زور آزمائی میں مصروف ہے۔"

"اوہو اچھا — تو پھر آؤ، اس سے بھی دو دو باتیں کریں۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

"خبردار، میں گولی چلا دوں گا۔"

"چلا سکتے ہو بھئی، چلا سکتے ہو — سنا فرزانہ، یہ گولی چلا دیں گے۔" فاروق مذاق اڑانے والے لہجے میں بولا۔

"اچھا، کمال ہے۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟" رائے صاحب گھبرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"یہ سب کچھ اسی گیند کی مہربانی سے ہو رہا ہے۔ آپ کو چاہیے تھا، گیند کو اٹھا کر کار سے باہر پھینک دیتے۔ اس طرح نہ رہتا بانس نہ بجتی بانسری۔" محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔

"تم سب لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو اور میرے آگے آگے چلو۔ ہمیں تجوری والے کمرے میں جانا ہے۔"

"چلیے جناب، شوق سے چلیے — ہمیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ — یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟" رائے بہادر جھنجلا کر

...وہی کر رہے ہیں، جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں — اب دیکھیے نا — دو پستولوں کے سامنے ہم بے چارے کر ہی کیا سکتے ہیں؟"

"تت، تو تم لوگوں کے بارے میں جو کچھ سنا تھا، وہ بالکل غلط تھا۔" رائے بہادر غصے سے کانپ گئے۔

"اب ہمیں کیا معلوم، آپ نے ہمارے بارے میں کیا کچھ سن رکھا ہے۔ اگر پہلے ہی معلوم ہو جاتی یہ بات، تو ہم آپ کو سننے سے روک دیتے۔" فاروق منمنایا۔

وہ اندر کی طرف چل پڑے۔ بے ہوش ملازم وہیں پڑا رہ گیا۔ تجوری والے کمرے میں داخل ہوئے تو دوسرا نقاب پوش ابھی تک تجوری کے ساتھ جٹا ہوا تھا۔

"کیوں بانکے، نہیں کھلی؟"

"نہیں، پوری کوشش کر چکا ہوں۔"

"خیر، اب رہنے دو — آسان ترین ترکیب یہ ہے کہ رائے بہادر صاحب سے چابی لے لو اور تجوری کھول لو۔"

"ٹھیک ہے، نکالیے رائے صاحب چابی۔"

رائے بہادر نے بے چارگی کے انداز میں ان کی طرف دیکھا اور جیب سے چابیاں نکال کر ان کی طرف بڑھا دیں۔

"مم، میں — میں تمہاری طرف سے بالکل مایوس ہو گیا ہوں۔"

"حالانکہ مایوسی گناہ ہے۔" فاروق نے کہا۔

نقاب پوش نے چابیاں لے لیں اور پھر آدھ منٹ بعد وہ تجوری کھل گئی۔ اس نے اس کے تمام خانوں کو دیکھا بھالا، پھر حیران ہو کر بولا۔

"ارے، گینڈ تو یہاں نہیں ہے۔"

"تجوری میں کوئی خفیہ خانہ ہو گا۔ کیوں رائے صاحب، خفیہ خانہ ہے نا؟" بانکے نے بانکپن کے ساتھ کہا۔

رائے صاحب نے کوئی جواب نہ دیا — ان کا مارے غصے کے برا حال تھا۔

"ایسے تو کام نہیں چلے گا — آپ کو بتانا ہو گا، ورنہ میں گولی آپ کے جسم میں اتار دوں گا۔"

"اب یہ اور بات ہے کہ نقلی پستول سے گولی نکلے ہی نہ۔" فاروق نے شوخ لہجے میں کہا۔

"کیا کہا، نقلی پستول۔" محمود اور فرزانہ چونک اٹھے۔

"ہاں، یہ دونوں پستول سو فی صد نقلی ہیں — غور سے دیکھو۔"

اب محمود اور فرزانہ نے بھی پستول کو غور سے دیکھا، پھر محمود بولا:

"کمال ہے، فاروق نے یہ بات جان لی اور مجھے احساس تک نہ ہو سکا۔" محمود کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"اپنے اپنے شوق کی بات ہے۔ مجھے بچپن سے ہی پستول..."

... دوسرے کو بے دم کیے دے رہی تھی۔

"... کیا کر رہی ہو — ہر وقت کھیلنے نہ لگ جایا کرو۔" محمود نے منہ بنایا۔

"بہت اچھا۔" یہ کہہ کر اس نے ایک زبردست ٹھوکر اس کی کن پٹی پر دے ماری اور وہ بے بس ہو گیا —

"رائے بہادر صاحب، آپ کے ہاں کوئی رسی وسی تو ہو گی اور آپ کے یہ بٹے کٹے ملازم کم از کم رسی لانے کا کام تو کر ہی سکیں گے۔" یہ جملہ اس نے اس لیے کہا تھا کہ اس لڑائی کے دوران ملازم صرف تماشائی بنے رہے تھے۔

"ہاں ہاں — کیوں نہیں — جاؤ رسی لے آؤ۔" رائے بہادر نے ملازموں کو گھورتے ہوئے کہا، پھر بولے:

"بھئی، مجھے تو معاف ہی کر دینا — میں نے زندگی میں کبھی لڑائی بھڑائی والا کوئی کام نہیں کیا۔"

"تک، کوئی بات نہیں جناب۔" فاروق بولا۔

جب وہ ان دونوں کو باندھ چکے اور ملازم کے لیے ڈاکٹر کو بلا چکے تو اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ ساتھ ہی انہیں پولیس کو بھی فون کرنا پڑا تھا — بانکا اور اس کا ساتھی گویا اپنا منہ سی چکے تھے — انہوں نے ان کے کسی سوال کا جواب نہ دیا اور پولیس کے ساتھ چلے گئے۔

"خیر کوئی بات نہیں — ہم صبح آ کر تم دونوں سے ... لیں گے۔" محمود نے تلملا کر کہا۔

دوسرے دن صبح انہوں نے پہلے اکرام کو فون کیا، پھر اپنے والد کو حالات سے باخبر کیا — گھر گئے، بستے لیے اور متعلقہ پولیس سٹیشن پہنچ گئے، تاکہ بانکے اور اس کے ساتھی کی زبانیں کھلوانے کا کام کیا جا سکے۔ ان کا خیال تھا کہ اس کام میں زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ لگ جائیں گے، جب کہ سکول لگنے میں ابھی پورا ایک گھنٹا باقی تھا۔ پولیس سٹیشن میں اکرام انہیں موجود ملا۔

"انکل، ان دونوں کو نکلوائیے اور کمرہ امتحان میں لے چلیے۔ ہمیں صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ گیند چرانے کے لیے انہیں کس نے بھیجا تھا؟"

"اچھی بات ہے۔" اکرام سب انسپکٹر کی طرف مڑا اور اس نے دو کانسٹیبلوں کو حکم دیا کہ دونوں حوالاتیوں کو نکال لایا جائے۔ کانسٹیبل چلے گئے۔ جلد ہی وہ ہانپتے کانپتے واپس آ گئے۔

"سر، وہ تو گہری نیند سو رہے ہیں۔" ایک کانسٹیبل نے بری طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تو کیا ہوا، وہ گورنر تو نہیں ہیں، جنہیں جگایا نہیں جا سکتا۔" سب انسپکٹر غرایا۔

"ہم — ہم نے انہیں جگانے کی بہت کوشش کی سر، لیکن

"ان کے ٹھنڈے رسید کرو، پھر جاگیں گے وہ۔"

"ٹھنڈے تو ہم نے انہیں سب سے پہلے رسید کیے تھے سر۔" کانسٹیبل نے گھبرا کر کہا۔

"تم — تم ایک دم نالائق ہو — ابھی دیکھو، میں انہیں صرف ایک ایک ٹھنڈا ماروں گا اور خود بخود امتحان گاہ کی طرف دوڑتے نظر آئیں گے۔" یہ کہہ کر سب انسپکٹر اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ لوگ تشریف رکھیے — میں انہیں ابھی لے کر آتا ہوں۔"

"جی نہیں، ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں گے۔ ذرا آپ کے ٹھنڈوں کا کمال دیکھنا چاہتے ہیں۔" فاروق بول اٹھا۔

وہ چاروں اس کے ساتھ حوالات کے دروازے پر آئے۔ بدبو کا ایک بھبکا ان کے نتھنوں سے ٹکرایا اور وہ بوکھلا اٹھے:

"یہ — یہ اندر اتنی بو کیوں ہے۔" محمود گھبرا کر بولا۔

"پیشاب، پاخانے کی جگہ بھی اندر ہی بنی ہوئی ہے، جناب۔ اب کون انہیں نکال کر پیشاب، پاخانہ کرائے۔"

"لیکن اس طرح تو اندر بہت گندگی پھیل جاتی ہوگی۔ بدبو اور گھٹن بھی۔"

"ان لوگوں کے لیے اچھی جگہ کی ضرورت بھی کیا ہے۔"

"لیکن کبھی کبھی ایسی جگہوں پر بے گناہ بھی تو آجاتے ہیں۔"

محمود نے اعتراض کیا۔

"جی ہاں، ایسا بھی ہوتا ہے، لیکن ان سے بھی زندگی میں کوئی نہ کوئی گناہ یا زیادتی ضرور ہو چکی ہوتی ہے۔" سب انسپکٹر نے کہا، پھر وہ کانسٹیبل کی طرف مڑا۔

"چلو، کھولو دروازہ۔"

ایک کانسٹیبل نے تالے میں چابی گھمائی اور دروازہ کھول دیا۔ تھانے کے دروازے پر کھڑا نگران یہ دیکھ کر چوکس کھڑا ہو گیا۔ ایسے وقت میں کوئی قیدی بھاگنے کی کوشش کر سکتا تھا۔ اندر آٹھ نو قیدی موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا، یہ کمرہ مشکل سے چار آدمیوں کے لیے کافی ہو سکتا تھا، لیکن اس میں نو آدمی بند تھے — اور سونے پر سہاگہ، کہ حوالات کے ایک کونے کو بیت الخلا بھی بنایا ہوا تھا۔ وہ لرز گئے، یہ غیر انسانی سلوک تھا۔ اتنے میں تھانے دار اندر پہنچ گیا — اس نے اپنا پیر اٹھایا اور ہانکے یا اس کے ساتھی کی پسلیوں میں پورے زور سے دے مارا — دونوں کپڑا اوڑھے پڑے تھے۔ ٹھنڈا کھا کر بھی جسم میں حرکت تک پیدا نہ ہوئی — یہ دیکھ کر اس نے پھر پیر اٹھایا ہی تھا کہ فرزانہ بول اٹھی:

"بس بس انسپکٹر صاحب، اب اور نہ ماریے گا۔ ہم نے آپ کے ٹھنڈے کا کمال دیکھ لیا۔ کم از کم آپ اپنے ٹھنڈوں کے ذریعے مُردوں کو زندہ نہیں کر سکتے۔"

"کیا مطلب ؟"

"مطلب یہ کہ یہ دونوں مر چکے ہیں۔"

"ن نن، نہیں ۔۔" تھانے دار بوکھلا اٹھا۔

گیند موجود ہے

بدبو کے باوجود انہیں اندر جا کر ان دونوں کو دیکھنا پڑا — یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ دونوں زندہ تھے، مگر مکمل طور پر بے ہوش —

"اوہو، یہ تو زندہ ہیں — جلدی سے ڈاکٹر کو فون کیجیے اور انہیں باہر لا کر ہوا میں لٹا دیجیے۔"

ایسا ہی کیا گیا — ڈاکٹر نے آ کر دونوں کا معائنہ کیا اور سیدھا ہوتے ہوئے بولا:

"انہیں کسی چیز سے بے ہوش کیا گیا ہے — ہسپتال لے جانا ہوگا۔ ان کے خون کے تجزیے کے بعد ہی یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ کیا چیز دی گئی ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا، پھر محمود سب انسپکٹر کی طرف مڑا:

"کیوں جناب، کیا ان سے کوئی ملنے آیا تھا؟"

"ہاں، ایک شخص آیا تو تھا۔ وہ ان کے لیے کچھ کھانے پینے کی

...کچھ نہیں تھا۔"

"تب پھر ان کھانے کی چیزوں میں ہی وہ دوا ملی ہوئی تھی۔ خیر آپ انہیں ہسپتال بھیج دیں۔"

اور وہ مایوس ہو کر پولیس سٹیشن سے نکل آئے۔ سراغ لگنے کی ایک امید بنی تھی — اب جب تک وہ ہوش میں نہ آ جاتے، ان سے کچھ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سکول سے فارغ ہو کر انہوں نے ہسپتال فون کیا۔ انہیں بتایا گیا کہ دونوں اب تک بے ہوش ہیں۔ آخر وہ گھر پہنچے۔ بستے رکھے اور کھانا کھانے کے بعد رائے بہادر کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں انتظامات زور شور سے کیے جا رہے تھے۔ رائے صاحب بہت خوش دکھائی دے رہے تھے، انہیں دیکھ کر چہک اٹھے — اور بولے:

"آؤ بھئی آؤ، تم یہ جان کر خوش ہو گے کہ آج کی دعوت میں وزارت خارجہ کے سیکرٹری بھی تشریف لا رہے ہیں۔"

"ارے، کمال ہے۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"بلایا تو میں نے انہیں کل بھی تھا، لیکن کل وہ مصروفیت کی بنا پر نہ آ سکے — آج جب میں نے انہیں فون پر بتایا کہ تقریب دوبارہ ہو رہی ہے تو بہت حیران ہوئے۔ مختصر طور پر انہیں وجہ بتائی تو اور بھی حیران ہوئے، پھر نہ جانے انہیں کیا سوجھی، خود ہی کہنے لگے، اچھا بھئی، پھر تو آج میں ضرور آؤں گا، لہذا اب ذرا زیادہ ہی

انتظامات کیے جا رہے ہیں۔"

"آپ نے گیند کے بارے میں بھی اطمینان کر لیا ہے یا نہیں؟" محمود بولا۔

"کک، کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"گیند خفیہ خانے میں موجود ہے یا نہیں۔"

"میں نے خانہ کھول کر نہیں دیکھا۔" انہوں نے کہا۔

"تو پھر مہربانی فرما کر دیکھ لیں — کہیں عین وقت پر شرمندگی نہ ہو۔" فرزانہ نے کہا۔

"لیکن بھئی، رات کے واقعے کے بعد کسی اور نے تجوری والے کمرے میں داخل ہونے کی کوشش تک نہیں کی۔"

"لیکن آپ ہر وقت اس کمرے میں تو موجود نہیں رہے ہوں گے۔ انتظامات کے سلسلے میں زیادہ تر لان میں ہی رہے ہوں گے۔"

"ہاں — ہاں — یہ تو خیر ٹھیک ہے۔"

"تب پھر آپ ضرور دیکھ لیں۔" محمود گھبرا کر بولا۔

"اوہو، بھئی تم تو میرے ہی پیروں تلے سے زمین نکالے دیتے ہو۔" وہ گھبرا گئے اور جیب سے چابی نکال کر تجوری کھولنے ہی چاہتے تھے کہ چونک کر بولے:

"پہلے تم لوگ اپنے منہ دروازے کی طرف کر لو۔"

"آپ سے زیادہ محتاط بھی کوئی نہ ہوگا" محمود نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور تینوں نے اپنے منہ دروازے کی طرف کر لیے۔

"شکریہ، کیا کروں، طبیعت بہت وہمی ہو گئی ہے"

ساتھ ہی انھیں تجوری کھلنے کی آواز سنائی دی، پھر ہلکی سی کلک کی آواز آئی۔ اس کے بعد کلک کی آواز پھر ابھری اور تجوری کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ تب کہیں جا کر انھوں نے رائے صاحب کی آواز سنی۔

"ٹھیک ہے، گیند موجود ہے"

"اوہ، خدا کا شکر ہے" محمود نے لمبا سانس کھینچا۔ نہ جانے کیوں اسے رہ رہ کر احساس ہو رہا تھا کہ کہیں گیند اڑا نہ لی گئی ہو اور آج کی تقریب پھر خاک میں نہ مل جائے۔

"چلیے، اب تو تقریب زور دار ہو کر رہے گی" فاروق خوش ہو کر بولا۔

"ابھی کیا کہا جا سکتا ہے۔ میں ایسا محسوس کر رہا ہوں، جیسے کچھ لوگ اس گیند کو حاصل کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دینے کا ارادہ رکھتے ہوں"

"اللہ مالک ہے۔ اگر وہ سر دھڑ کی بازی لگا سکتے ہیں تو ہم بھی جسم و جان کی بازی لگا دیں گے۔ آپ فکر نہ کریں"

"مجھے بھی یہی امید ہے" وہ بولے۔

جوں جوں تقریب کا وقت نزدیک آ رہا تھا، ان کے دل اور دھک دھک کر رہے تھے۔ آخر مہمانوں کی آمد شروع ہوئی۔ ایسے میں رائے بہادر ان کے پاس آئے اور بولے:

"میں چاہتا ہوں، تم بھی کوٹھی سے باہر چلے جاؤ اور باقی مہمانوں کی طرح اندر آؤ"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" تینوں ان کی تجویز سن کر حیران رہ گئے۔

"بس، میرا طریقِ کار کچھ عجیب سا ہے"

"اچھی بات ہے، ہمارے پاس تو آج بھی کارڈ نہیں ہے"

"تو کیا ہوا۔ تم لوگ تو کل بھی اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے، آج بھی ہو جاؤ" وہ مسکرائے اور انھیں ان کی بات ماننا ہی پڑی۔ تینوں باہر نکلے ہی تھے کہ دوسری طرف سے پروفیسر داؤد اور خان رحمان ایک ہی کار میں آتے نظر آئے۔ کار خان رحمان کی تھی۔

"کیوں بھئی! تم باہر کیوں پھر رہے ہو؟" خان رحمان بولے۔

"جی انکل، آج پھر اندر داخل ہونے کا مسئلہ ہے اور ہمارے پاس کارڈ آج بھی نہیں ہے" فاروق نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔ خان رحمان اور پروفیسر داؤد مسکرا دیے۔

"لیکن اب تو تم لوگ بہت سا وقت رائے صاحب کے ساتھ

گزار چکے ہو۔ اب تمہیں کارڈ کی کیا ضرورت؟"

"پتا نہیں، ضرورت ہے یا نہیں؛ بہرحال رائے صاحب نے ہمیں اندر سے باہر نکال دیا ہے — وہ چاہتے ہیں، ہم دوسرے مہمانوں کی طرح باقاعدہ اندر داخل ہوں۔" فاروق بولا۔

"لیکن کارڈ نہ ہوتے ہوئے تم باقاعدہ کس طرح داخل ہو سکتے ہو۔" پروفیسر داؤد حیران ہو کر بولے۔

"جی بس کیا بتائیں، اسی الجھن میں ہیں۔"

"خیر آؤ، آج تم ہمارے ساتھ چلو گے۔ ہم دونوں کے پاس کارڈ ہیں اور بیوی بچوں سمیت ہمیں بلایا گیا ہے۔" خان رحمان مسکرائے۔

عین اسی وقت ایک کار آ کر رکی اور اس میں سے بڑے میاں یعنی گورمانی صاحب اترے۔ ان کے ساتھ بیوی اور بچے بھی تھے۔ ان پر نظر پڑتے ہی گورمانی صاحب چلّا اٹھے:

"ہوشیار، کہیں ان میں سے کوئی ہمارا کارڈ نہ اچک لے۔"

اور وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔ ابھی وہ اندر داخل نہیں ہو پائے تھے کہ ایک ٹیکسی سے ہاشم پاپڑی والا اترتے نظر آئے۔ اسے دیکھ کر ان کی پیشانیوں پر بل پڑ گئے۔ تینوں رک ہی تو گئے۔ انہیں رکتے دیکھ کر خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو بھی رکنا پڑا۔

"ہیلو، ہاشم پاپڑی والا صاحب، تو آج بھی آپ کے میزبان فیاض اختر نے آپ کو ہی بھیج دیا۔"

"ہاں بھئی، وہ آج بھی بہت مصروف ہیں۔"

"چلیے خیر، آپ کی وجہ سے رونق رہے گی۔" فاروق بولا۔

"برخوردار، کیا تم میرا مذاق اڑانے کی فکر میں ہو؟"

"مذاق اڑانے کی بھی فکر ہوتی ہے؟" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"ہاں، ہوتی ہی ہوگی — خیر تم میرا مذاق اڑا نہیں سکو گے۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے۔ آخر وہ بھی اندر داخل ہو گئے۔

مہمانوں کی آمد جاری رہی، پھر تقریب کا وقت ہو گیا، لیکن مہمانوں کو بلانے کے لیے گھنٹی نہ بجائی گئی۔ لوگ بار بار گھڑیوں کی طرف دیکھنے لگے۔

"خیر تو ہے، کیا آج لیٹ کرنے کا پروگرام ہے؟" ایک مہمان بولا۔

"رائے بہادر صاحب کے ہاں کبھی ایسا ہوا تو نہیں۔"

"وہ جا رہے ہیں رائے صاحب، ذرا انہیں بلائیے تو۔"

"رائے صاحب!" کسی نے آواز دی اور رائے صاحب نے اپنا رخ تبدیل کر لیا۔ نزدیک پہنچے تو ایک مہمان بولا،

"خیر تو ہے رائے صاحب، تقریب کا وقت تو ہو گیا ہے۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں۔" وہ پریشان ہو کر بولے۔

"آپ جانتے ہیں تو پھر تقریب شروع کرنے کے لیے کیوں تیار نہیں ہیں۔"

"آج وزیر خارجہ کے سیکرٹری صاحب کا انتظار ہے۔ آج انہوں نے اس تقریب میں شرکت منظور فرما ہی لی۔ وہ بس آنے ہی والے ہیں۔"

"کیا آپ نے انہیں وقت نہیں بتایا تھا؟" پروفیسر داؤد بولے۔

"جی ہاں، وقت تو ضرور بتایا تھا، لیکن وہ ٹھہرے مصروف آدمی — بڑے آدمیوں کے لیے وقت نکالنا بھی ایک مسئلہ بن جاتا ہے۔"

"ہاں، یہ تو خیر ٹھیک ہے، لیکن اگر وہ وقت پر نہ آسکتے تھے تو انہیں فون کر دینا چاہیے تھا کہ بھئی میں وقت پر نہیں آسکوں گا۔ میری وجہ سے تقریب کو لیٹ نہ کریں۔ لوگوں کو انتظار کی زحمت نہ ہونے دیں۔" خان رحمان نے منہ بنایا۔

"جی، جی ہاں — ہونا تو یہی چاہیے تھا، لیکن ہمارے ملک میں ایسا ہوتا نہیں۔"

"ہاں، ہمارے ملک میں وقت کی بہت بے قدری کی جاتی ہے۔" ایک صاحب نے سرد آہ بھری۔

لوگ انتظار کر کر کے تنگ آگئے۔ آخر ایک مہمان کہہ اٹھا:

"رائے صاحب، پھر ہمیں اجازت دیجیے، ہم چلتے ہیں۔"

"ارے ارے جناب، ایسا بھی کیا — اچھا ٹھہریے، میں انہیں فون کرتا ہوں۔"

رائے صاحب نے فون کا ریسیور اٹھایا ہی تھا کہ خان رحمان بولے:

"نہیں جناب، آپ انہیں فون نہ کریں اور تقریب شروع کر دیں، تاکہ انہیں بھی احساس ہو کہ وہ وقت پر نہیں آئے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔" بہت سی آوازیں ابھریں اور رائے صاحب تقریب شروع کرنے پر مجبور ہو گئے — آخر گھنٹی بجائی گئی — یہ سب لوگوں کو میزوں پر پہنچنے کا اشارہ تھا — جب سب لوگ بیٹھ گئے تو رائے بہادر اٹھے اور کہنے لگے:

"معزز مہمانو، میں اس تقریب کی تفصیل کل بتا چکا ہوں، لہذا بہتر یہ رہے گا کہ پہلے کھا پی لیا جائے۔ کہیں کل کی طرح تقریب درہم برہم نہ ہو جائے۔"

آج کسی مہمان نے ان کی اس تجویز سے اختلاف نہ کیا، کیونکہ کل انجام دیکھ چکے تھے — آخر جب سب لوگ فارغ ہو گئے تو رائے صاحب اٹھے اور کہنے لگے:

"میں اب اندر جا کر گیند نکال کر لاتا ہوں، تاکہ آپ سب لوگ اسے دیکھیں۔ غور کریں اور بتائیں کہ وہ کیا ہے؟"

"لیکن کل کی طرح نہ لائیے گا۔" کسی مہمان نے چبھتا ہوا جملہ کسا اور لوگ مسکرانے لگے۔

"فکر نہ کریں — آج میں گیند پوری طرح احتیاط سے لاؤں گا اور

اسے جیب میں ڈال کر ہاتھ بھی جیب میں ہی رکھوں گا۔"

"کاش، یہ ترکیب آپ نے کل ہی استعمال کی ہوتی۔"

رائے بہادر جانے کے لیے مڑے ہی تھے کہ ایک لمبی سی کار آتی دکھائی دی۔ وہ ٹھٹک کر رک گئے اور پھر سرسراتی آواز میں بولے:

"سیکرٹری صاحب آ پہنچے۔"

پھر وہ کار کی طرف لپکے۔ اتنے میں سیکرٹری صاحب کار سے باہر آ چکے تھے۔ رائے صاحب نے ان سے نہایت گرم جوشی سے مصافحہ کیا، پھر وہ سب کی طرف چل پڑے۔ نزدیک پہنچ کر سیکرٹری صاحب بولے:

"حاضرین، مجھے افسوس ہے، میں دیر سے پہنچا۔ آپ کو میرے انتظار میں رکنا پڑا۔"

"جی نہیں، ہم رکے نہیں، تقریب کا آغاز ہو چکا ہے۔" پروفیسر داؤد بول اٹھے۔

انہوں نے نظر بھر کر پروفیسر صاحب کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔ پروفیسر داؤد پرسکون انداز میں بیٹھے رہے۔

"خیر آپ لوگوں نے اچھا کیا۔ یہ میری غلطی تھی۔" آخر انہوں

نے کہا۔ انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ ان کی دیر سے آمد کا لوگوں نے ناخوش گوار اثر لیا ہے۔ انہیں کرسی پیش کی گئی۔ رائے صاحب نے تقریب کے بارے میں مختصر طور پر بتایا، پھر بولے:

"اب میں وہ گنبد لینے اندر جا رہا ہوں۔"

"بہت خوب، کافی سنسنی خیز معاملہ ہے۔" سیکرٹری صاحب بولے۔

"لیجیے میں چلا۔" یہ کہہ کر رائے بہادر جانے لگے۔ ایسے میں فرزانہ بلند آواز میں بول اٹھی:

"ٹھہریے، آپ کو تنہا اندر نہیں جانا چاہیے۔"

"کک، کیا مطلب؟" رائے صاحب بوکھلا گئے۔

"کیا خبر، آپ کے کمرے میں کچھ دشمن کسی طرح پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہوں اور وہ آپ کی گھات میں بیٹھے ہوں۔ ان حالات میں تنہا جانا خطرے کو دعوت دینا ہوگی۔"

"اوہو، یہ تو فرزانہ کی آواز ہے، انسپکٹر جمشید کی بچی کی۔" سیکرٹری صاحب بولے۔

"جی ہاں، یہ تینوں یہاں موجود ہیں۔"

"اور انسپکٹر جمشید؟" ان کے لہجے میں سوال تھا۔

"وہ مصروفیت کی وجہ سے نہیں آ سکے۔" انہوں نے جواب دیا۔

"تو کیا وہ کل آئے تھے؟" سیکرٹری صاحب بولے۔

"جی نہیں، کل بھی نہیں آ سکے تھے۔"

"خیر، اب آپ دیر نہ کریں — میرے پاس وقت بہت کم ہے۔" سیکرٹری صاحب بولے۔

"جی بہتر۔" رائے صاحب نے کہا، پھر محمود، فاروق اور فرزانہ کی طرف مڑتے ہوئے بولے:

"پھر آپ کے خیال میں مجھے کسے ساتھ لے جانا چاہیے؟"

"اپنے مسلح نگرانوں کو لے جائیے — یا پھر ہمیں۔"

"ٹھیک ہے، تو پھر آپ لوگ ہی چلیے۔" آخر وہ بولے۔

اور چاروں اندرونی حصے کی طرف چل پڑے — وہ رائے صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے۔ تینوں نے محتاط انداز میں کمرے کے چاروں طرف دیکھا، پھر بولے:

"ٹھہریے، پہلے ہم اطمینان کر لیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے کھڑکیوں کے پردے اٹھا اٹھا کر دیکھے — غسل خانے کا دروازہ بھی کھول کر اندر دیکھا — بائیں باغ میں کھلنے والی کھڑکی کو اندر سے بند کر دیا اور پھر محمود نے کہا:

"اب آپ تجوری کھول سکتے ہیں۔"

"لیکن اس سے پہلے تم لوگوں کو اپنے چہرے دوسری طرف کرنے ہوں گے۔" وہ مسکرائے۔

"اوہ ہاں ضرور، کیوں نہیں — ویسے ایک بات ہے، آپ جتنے محتاط آدمی ہم نے اپنی زندگی میں کبھی شاید ہی دیکھے ہوں گے۔"

"چلیے خیر، اب تو دیکھ لیا۔"

انہوں نے اپنے رخ دروازے کی طرف کر لیے۔ تجوری کھلی۔ پھر کلک کی آواز سنائی دی — دوبارہ تجوری بند ہونے کی آواز سن کر انہوں نے اپنے منہ ان کی طرف کر لیے۔ گیند رائے صاحب کے ہاتھ پر جھلمل جھلمل کر رہی تھی — یہ کیا چیز تھی، ابھی تک کسی کو معلوم نہیں تھا، لیکن تھی بہت ہی خوب صورت اور دلفریب۔ آدمی اسے دیکھنے کے بعد دیکھتا ہی چلا جاتا تھا۔

"اب اسے جیب میں رکھ لیجیے اور اپنا ہاتھ بھی جیب میں ہی رکھیے — ہم میں سے دو آپ کے دائیں اور بائیں چلیں گے، ایک آپ کے پیچھے آئے گا۔ اس طرح کسی کو آپ کی جیب اور ہاتھ پر ہاتھ صاف کرنے کی جرأت نہیں ہو گی۔" محمود نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے، اب مجھے پوری طرح اطمینان ہے۔"

وہ باہر نکل آئے اور لان کی طرف چل پڑے — سب کی نظریں ان پر جمی تھیں۔ ان سب کے چہروں پر بے چینی کے سائے لہرا رہے تھے۔ آخر ایک ایک قدم اٹھاتے وہ مجمعے تک پہنچ گئے۔ جونہی رائے بہادر اپنی کرسی کے قریب پہنچے، ان کے پیروں کے پاس ایک

دھماکا ہوا اور گہرے دھوئیں کے بادلوں نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ رائے صاحب، محمود، فاروق اور فرزانہ دھوئیں کی تاب نہ لا سکے اور فوری طور پر گر پڑے۔ دھواں اب تمام مہمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا اور وہ بے ہوش ہو ہو کر گرتے جا رہے تھے۔

یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

گیٹ پر کھڑے نگرانوں نے جو دھماکے کی آواز سنی اور پھر دھواں اٹھتے دیکھا تو بدحواس ہو کر اندر کی طرف دوڑ پڑے۔ نزدیک پہنچ کر رک گئے۔ دھوئیں کے اندر داخل ہونے کی جرأت نہ کر سکے — پھر ایک پولیس کو فون کرنے دوڑا — واپس لوٹا تو دھواں چھٹ چکا تھا اور اس میں چھپے ہوئے لوگ نظر آنے لگے تھے — وہ سب کے سب بے ہوش ہو چکے تھے، لیکن ان میں سے ایک ایسا بھی تھا — جو پرسکون انداز میں اپنی کرسی پر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"آپ، آپ، یعنی کہ آپ بے ہوش نہیں ہوئے؟" ایک نگران ہکلایا۔

"ہاں، نہیں ہوا، اس لیے کہ میں بھوت ہوں — کیوں، یہی سوچ رہے ہو نا تم؟" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"یہ — یہ کیسے ہوا؟"

کسی نے دھوئیں کا بم مارا تھا — جلد ہی سب لوگ ہوش میں آ جائیں گے، تم فکر نہ کرو۔"

مہمانوں میں سے اکثر کرسیوں پر ہی بے ہوش ہو گئے تھے۔ ان کے سر میز کے سروں پر آ کر ٹک گئے تھے — کچھ ایسے تھے جو نیچے بھی گر پڑے تھے — آخر ایک ایک کر کے وہ ہوش میں آنے لگے — اگر وہ اس وقت بند کمرے میں ہوتے تو اتنی جلدی ہوش میں نہیں آ سکتے تھے۔

"اف خدا، یہ کیا ہوا تھا؟" انہوں نے سیکرٹری صاحب کی آواز سنی۔

"دھوئیں کا بم مارا تھا جناب کسی نے۔" وہ شخص بولا، جو بے ہوش نہیں ہوا تھا —

"لیکن کیوں، کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا صرف اس گیند کے لیے؟"

"جی ہاں، یہ سب کارستانی اسی گیند کی ہے۔" وہ مسکرائے۔

"اُف خدا — تو — تو کیا گیند ایک بار پھر جا چکی ہے۔" رائے بہادر کانپتی آواز میں بولے۔

"میرا تو خیال یہی ہے، ورنہ دھوئیں کا بم مارنے کی کیا ضرورت تھی۔" وہ بولے۔

رائے بہادر نے جلدی سے جیب ٹٹولی اور پھر ان کا رنگ فق

ہو گیا —

"وا — واقعی گیند غائب ہے۔"

"میں نے پہلے ہی یہ اندازہ لگا لیا تھا۔" اس شخص نے کہا۔

"لیکن آپ ہیں کون؟ میں تو آپ کو نہیں جانتا۔" رائے بہادر کے لہجے میں حیرت تھی —

"آپ تو ہاشم پاپڑی والا کو بھی نہیں جانتے تھے۔"

"اوہ، اس کا مطلب ہے، آپ بھی میرے کسی دوست کے دوست ہیں۔"

"اور یہ صاحب دھوئیں سے بے ہوش بھی نہیں ہوئے تھے۔" ایک ملازم بول پڑا —

"کیا مطلب؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"مطلب یہ کہ یہ دھوئیں میں بیٹھے ہوئے بھی ہوش میں ہی رہے۔ جب کہ باقی سب لوگ بے ہوش ہو گئے تھے۔" ملازم نے وضاحت کی —

"اوہ، یہ ہم کیا سن رہے ہیں۔" محمود حیران ہو کر بولا۔

"تت، تب، تب تو یہی شخص مجرم ہے — مسٹر، کیا نام ہے تمہارا اور تم میرے کس دوست کے دوست ہو۔" رائے بہادر کے لہجے میں بلا کی سختی آ گئی۔

"میرا نام — میں عبداللہ ہوں، عبداللہ۔"

"عبداللہ" — سب لوگوں کے منہ سے ایسے انداز میں نکلا جیسے یہ نام زندگی میں پہلی مرتبہ سنا ہو۔

"کیوں بھئی، اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ کیا میں عبداللہ نہیں ہو سکتا؟"

"پپ، پتا نہیں، ہو سکتے ہیں یا نہیں — ہم تو آپ کی تلاشی لیں گے۔" فاروق بولا۔

"تلاشی، لیکن کس خوشی میں۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ دھوئیں سے بے ہوش کیوں نہیں ہوئے؟"

"ارے، یہ کیا پڑا ہے۔" ایک طرف سے آواز آئی۔

سب نے ایک ساتھ آواز کی سمت میں دیکھا۔ ایک شخص ہاتھ میں سیاہ رنگ کی کوئی چیز لٹکائے کھڑا تھا۔

"ارے، یہ تو گیس ماسک ہے۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"تو آپ یہ گیس ماسک لگا کر دھوئیں میں بیٹھے رہے۔" محمود نے اسے گھورا۔

"ہاں، اتنا ہی تو بے وقوف تھا۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"آپ تلاشی دے رہے ہیں یا نہیں؟" فرزانہ جھنجھلا کر بولی۔

"ضرور، کیوں نہیں — میں چور نہیں ہوں، پھر بھلا تلاشی میں مجھے کیا ڈر۔" اس نے کندھے اچکائے۔

تینوں اس کی طرف بڑھے — محمود اور فاروق نے اس کی جیبیں ٹٹولیں اور پھر ایک جیب سے پستول برآمد کر لیا۔

"اوہو، آپ کے پاس تو پستول بھی ہے۔"

"لیکن تم لوگ گیند میری جیب سے برآمد نہیں کر سکے، یہاں تو معاملہ گیند کا ہے — رہا سوال پستول کا، تو میرے پاس پستول کا لائسنس ہے۔" عبداللہ نے کہا۔

"ہوں، لیکن گیند آپ کے پاس نہیں ہے، شاید آپ نے ادھر ادھر کہیں چھپا دی ہے۔"

"تو پھر تلاش کر لو اور مجھے قانون کے حوالے کر دو۔" اس نے بے فکری کے انداز میں کہا۔ اس کے لہجے میں نہ جانے کیا بات تھی کہ محمود، فاروق اور فرزانہ کے کان کھڑے ہو گئے۔ خان رحمان اور پروفیسر داؤد بھی چونکے بغیر نہ رہ سکے۔ پروفیسر داؤد کے منہ سے بے ساختہ انداز میں نکلا۔

"ہائیں، جمشید یہ تم ہو؟"

"جی ہاں، یہ میں ہوں عبداللہ۔" وہ مسکرائے۔ "یعنی اللہ کا بندہ۔"

"اوہ، نام بتانے کے سلسلے میں بھی تم نے جھوٹ نہیں بولا۔" خان رحمان بول اٹھے۔

"ہاں، جھوٹ سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔"

"یہ — یہ سب کیا ہے بھئی؟" سیکرٹری صاحب کی آواز

نے ان سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"یہ ایک عجیب و غریب معاملہ ہے سر۔ آپ کے پاس ا
سننے کے لیے وقت نہیں ہوگا۔" انسپکٹر جمشید نرم آواز میں بولے
"نہیں نہیں، میں وقت نکال لوں گا۔" انہوں نے جلدی
کہا۔

"تب تو، معاف کیجیے گا سر۔ آپ یہاں وقت پر آ
کے لیے بھی وقت نکال سکتے تھے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہم، مجھے بہت افسوس ہے، میں شرمندہ ہوں۔" سیکرٹری
صاحب بولے۔

"خیر کوئی بات نہیں سر، مختصر طور پر آپ کو یہ تو بتا
ہی جا چکا ہے کہ کل یہاں کیا ہوا تھا اور اس سے پہلے راستے
صاحب کو وہ چیز کس طرح ملی تھی، لیکن اس کے باوجود میں شروع
سے ہی ساری کہانی سنا دوں، تاکہ سب پر ہر بات واضح ہو جا
ایک سرکاری افسر پر مجھے بہت دنوں سے شک تھا اور شک یہ
کہ وہ ضرور غیر ملکی جاسوس ہے۔ دشمن ملک کے لیے ہمارے ملک
کی جاسوسی کرتا رہتا ہے۔ اس کے بارے میں اپنے شک کو یقین
میں بدلنے کے لیے میں نے ایک بہت چست اور تیز طرار ماتحت
کو اس کی نگرانی پر مقرر کر رکھا تھا۔ اچانک اس کی طرف سے
پرسوں مجھے اطلاع ملی کہ اس افسر کو ایک فون ملا ہے، چونکہ میرے

ت نے اس کا فون ٹیپ کر رکھا تھا، اس لیے وہ فون کی گفتگو
ں سننے کے قابل ہو گیا، چنانچہ اس نے مجھے بتایا کہ فون کے
ابق سرکاری افسر شہر کے ایک بڑے شاپنگ سنٹر سے کوئی اہم
ز حاصل کرنے جائے گا۔ میں نے اسے ہدایات دیں کہ جب ان
ے وہ چیز حاصل کر لے تو وہ اس سے وہ چیز اچک لے۔ افسر
ب دفتر سے نکلا تو میرے ماتحت نے اس کا تعاقب کیا۔ پہلے وہ
پنے گھر گیا۔ وہاں سے میک اپ کر کے نکلا، لیکن میرے ماتحت نے
سے میک اپ میں بھی پہچان لیا، اس لیے تعاقب جاری رہا۔
ں تک کہ وہ اس شاپنگ سنٹر میں داخل ہو گیا۔ ماتحت سائے کی
رح اس کے پیچھے تھا۔ اس نے ایک سٹور کے مالک سے گیند نما
ک چیز اسے وصول کرتے دیکھا۔ ہاتھ میں وہ چیز لیے افسر باہر کی
رف چل پڑا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر میرے ماتحت نے اسے
انک دھکا دے دیا۔ اس کا ارادہ دراصل یہ تھا کہ اس طرح وہ
پڑے گا۔ اس کا گرنا ایک اتفاقی حادثہ سمجھا جائے گا۔ لوگ
سے اٹھانے کے لیے دوڑ پڑیں گے اور اسی وقت اسے وہ چیز
نے کا موقع مل جائے گا، لیکن ہوا اس کے الٹ۔ وہ چیز اچھل
ایک کار میں جا گری۔ کار عین اسی وقت شاپنگ سنٹر کے سامنے
ی تھی، لیکن جوں ہی گیند کار میں گری، کار روانہ ہو گئی۔ یہ دیکھ
میرا ماتحت بوکھلا گیا۔ اس نے کار کا تعاقب کیا، ادھر وہ افسر بھی

اس وقت تک اٹھ چکا تھا۔ اس نے چیز کو ہاتھ سے جاتے دیکھا تو خود بھی تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ میرے ماتحت نے کار والے کو روک لیا۔ کار کی تلاشی لی، لیکن ماتحت کو گیند نہ مل سکی۔ اب وہ کیا کرسکتا تھا، سوائے اس کے کہ کار والے کا گھر دیکھ آتا، چنانچہ وہ تعاقب کرتا یہاں تک پہنچا۔ افسر بھی تعاقب کرتا ہوا اس جگہ تک آیا اور پھر لوٹ گیا۔ دونوں سمجھ گئے تھے کہ گیند اب کار والے کے قبضے میں ہے۔ میرے ماتحت نے مجھے اطلاع دی کہ ایک اتفاق سے تحت گیند ایک شخص رائے بہادر کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ رائے بہادر کا نام سن کر میں چونکا۔ یہ میرے اچھے بھلے دوست ہیں۔ میں چاہتا تو اسی وقت ان سے مل کر گیند لے لیتا، لیکن اسی وقت مجھے ایک خیال سوجھ گیا۔ میں نے سوچا، کیوں نہ اس افسر کو کھل کر سامنے آنے کا موقع دوں۔ دیکھنا یہ چاہتا تھا کہ وہ گیند حاصل کرنے کے لیے کیا اقدام کرتا ہے۔ اس غرض کے لیے میں نے رائے صاحب کی کوٹھی پر چار آدمی مقرر کر دیے اور انہیں ہدایات دیں کہ ہر وقت کوٹھی کو نظر میں رکھیں اور جب بھی کوئی نئی بات ہو، مجھے فون کر دیں۔ دوسرے دن مجھے رائے بہادر صاحب کی طرف سے تقریب میں شرکت کا کارڈ ملا۔ میں ان کی عادات سے خوب واقف ہوں۔ سمجھ گیا کہ رائے بہادر صاحب اس گیند کی نمائش کریں گے یہاں سے میں نے اپنا پروگرام نئے سرے سے بنایا۔ میں نے محمود،

فاروق اور فرزانہ کو تقریب میں شرکت کرنے کا حکم دیا اور خود میک اپ میں شریک ہونے کا فیصلہ کیا۔ میک اپ کی صورت میں چونکہ مجھے کارڈ کی زیادہ ضرورت تھی، اس لیے میں کارڈ ان تینوں کو نہ دے سکا۔ تاہم مجھے یقین تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ اس قسم کے کاموں کے ماہر ہیں۔ میں اس میک اپ میں کل کی تقریب میں شریک ہوا اور اسی وقت یہاں پہنچ گیا تھا۔ جب کہ ابھی ایک دو ہی مہمان آئے تھے۔ کارڈ میرے ہاتھ میں تھا، لہٰذا نگرانوں نے اندر جانے دیا اور میں ایک طرف بیٹھ گیا اس طرح کہ کسی کو بھی میری طرف توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ مہمان آتے چلے گئے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ بھی میری توقعات کے مطابق آ گئے۔ انہیں دیکھ کر میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ وہ امید کے مطابق ہنگامہ خیز طریقے سے اندر داخل ہوتے تھے، حالانکہ سیدھا سادا طریقہ یہ تھا کہ رائے بہادر صاحب کو اطلاع دے دیتے۔ پھر جب سب مہمان آ گئے تو تقریب کا آغاز ہوا۔ رائے بہادر صاحب نے تقریب منعقد کرنے کی وجہ یہی بتائی کہ ایک عجیب و غریب چیز ان کے ہاتھ لگی ہے اور وہ سمجھ نہیں سکے کہ وہ ہے کیا، لہٰذا یہاں ہر قسم کے ماہرین کو جمع کیا گیا، تاکہ سب مل کر اس چیز کا جائزہ لیں۔ اور اپنا اپنا خیال ظاہر کریں۔ ساری تفصیل بتا کر وہ اندر چلے گئے، تاکہ گیند لے آئیں۔ اپنے سیف میں سے گیند نکال کر انھوں

نے جیب میں رکھ لی اور لوگوں کی طرف واپس آنے لگے۔ میری نظریں ان پر بھی تھیں۔ اسی وقت میں نے ــــــــــ غیر محسوس طور پر ایک آدمی کے ہاتھ کو حرکت کرتے دیکھا — میں حیران رہ گیا۔ اس نے نہایت صفائی سے گیند والے صاحب کی جیب سے نکال لی تھی۔"

"اگر آپ نے اسے گیند نکالتے دیکھ لیا تھا تو بتایا کیوں نہیں؟" کسی نے اعتراض کر ڈالا۔

"بس یہیں مجھ سے چوک ہوئی — میں ذرا دیر کے لیے والے صاحب کی طرف متوجہ ہو گیا اور یہ نہ دیکھ سکا کہ اس نے گیند کہاں چھپائی ہے! بہرحال جب گیند والے صاحب نے جیب میں نہ پائی تو سب کی تلاشی لینے کی ٹھانی، لیکن تلاشی لینے پر بھی گیند نہ مل سکی میں تیزی سے ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہا تھا۔ اچانک سانپ کی پھنکار سنائی دی۔ سب لوگ بھاگنے لگے۔ میں اگر وہاں رک جاتا تو سب لوگ میری طرف دیکھنے لگتے، لہٰذا مجھے بھی بھاگنا پڑا، لیکن میری رفتار بہت کم تھی۔ کئی بار میں نے مڑ مڑ کر دیکھا۔ بے چارے ہاشم پاپڑی والا بھاگنے کی کوشش میں گر گئے اور ایک میز کے نیچے دب گئے۔ انہیں چودھری محمود اور فاروق نے میز کے نیچے سے نکالا، پھر سانپ اور گیند کی تلاش میں چپا چپا چھان مارا گیا، لیکن دونوں چیزیں نہ ملیں۔ آخر مہمان مایوسی کے عالم میں رخصت ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ میں خود حیران تھا، گیند کہاں چلی گئی۔ ایسے میں

گورمانی صاحب کی آواز نے سب کو چونکا دیا — وہ کہہ رہے تھے: "ارے میری چھڑی کہاں چلی گئی — چھڑی کے نام پر میں چونکا۔ سارے لان میں چھڑی کو تلاش کیا گیا، لیکن وہ بھی نہ ملی۔ ابھی کوئی مہمان رخصت نہیں ہوا تھا، لہٰذا چھڑی بھلا کہاں جا سکتی تھی، لیکن پوری کوشش کے بعد بھی چھڑی نہ مل سکی — آخر مہمان رخصت ہونے لگے۔ میں بھی باہر نکل گیا اور جاتے وقت نگرانی کرنے والوں کو اور چوکس کر دیا، کیونکہ معاملہ اب گڑبڑ ہو گیا تھا۔ شیشے کی گیند گم ہو گئی تھی — تلاشی لینے پر بھی نہیں ملی تھی — گھر پہنچا تو فاروق کا فون موصول ہوا۔ ان بے چاروں کو کیا معلوم کہ میں تقریب میں موجود تھا! چنانچہ فاروق مجھے تقریب کے بارے میں بتانے لگا — اسی وقت ان لوگوں نے چھڑی تلاش کر لی اور فاروق نے یہ بات مجھے بھی بتا دی — میں چونک اٹھا — چھڑی کا معاملہ سمجھ میں نہیں آیا تھا، لہٰذا فوراً ایک ماتحت کو فون کیا کہ گورمانی صاحب کے ملازم کے روپ میں جا کر چھڑی حاصل کرے — اس نے چھڑی حاصل کر لی۔ گورمانی صاحب کا ملازم بعد میں پہنچا، لہٰذا اسے خالی ہاتھ لوٹنا پڑا — اب جو میں نے اس کا بغور جائزہ لیا تو دستے میں ایک لکیر سی نظر آئی — اسے الٹا گھمایا تو گھومتا چلا گیا، اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ شیشے کی گیند چھڑی کے اس خفیہ خانے میں رکھی تھی۔"

"کیا؟" کئی حیرت زدہ آوازیں ابھریں۔ آنکھیں حیرت سے پھیل

گئیں۔ سب کی نظریں اس طرح انسپکٹر جمشید پر جم کر رہ گئی تھیں، جیسے وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہوں۔

○

"جی ہاں، گیند چھڑی میں موجود تھی — وہ اگرچہ میرے پاس پہنچ چکی تھی، لیکن جو میں چاہتا تھا، وہ نہیں ہو سکا تھا! چنانچہ میں نے کچھ سوچ کر اسے کاغذ کی کئی تہوں میں لپیٹا اور ایک ماتحت کے ذریعے رائے صاحب کو بھجوا دیا — گیند کے ملتے ہی انہوں نے محمود، فاروق اور فرزانہ کو فون کیا۔ یہ یہاں آئے تو انہوں نے رائے صاحب کو مشورہ دیا کہ تقریب کا اہتمام ایک بار پھر کیا جائے، تاکہ سب لوگ اس گیند کو دیکھ سکیں اور اندازہ لگا سکیں کہ یہ ہے کیا۔ رائے صاحب نے یہ تجویز منظور کر لی اور اس طرح ہم پھر یہاں جمع ہوئے۔ رائے صاحب گیند لے کر یہاں پہنچے تو اس سرکاری افسر نے دھوئیں کا بم پھینک مارا۔ میں نے سانس روک لیا — باقی سب لوگ بے ہوش ہو گئے، لیکن چونکہ مجرم کو پہلے سے معلوم تھا کہ وہ دھوئیں کا بم مارے گا لہٰذا وہ گیس ماسک کا انتظام کر کے چلا تھا، ادھر اس نے بم پھینکا ادھر ماسک منہ پر اوڑھ لیا — تیر کی طرح رائے بہادر کے پاس پہنچا اور اس کی جیب سے گیند نکال لی — گیند اس نے آناً فاناً ایک جگہ چھپا دی اور

دوسرے مہمانوں کے پاس آ کر اپنی کرسی پر بیٹھ کر سر میز سے لگا دیا؛ گویا وہ بھی بے ہوش ہو گیا تھا — ہاں اس سے پہلے اس نے گیس ماسک اتار کر کچھ فاصلے پر پھینک دیا۔ میں بظاہر بے ہوش لیٹا کن انکھیوں سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا — یہ ہے کل کہانی۔"

یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے — ان کے چہرے پر ایک پر سکون مسکراہٹ پھیل گئی —

"تت — تت — تو — کیا —" فرزانہ نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"واہ، اتنا مکمل جملہ میں نے کبھی نہیں سنا —" فاروق نے منہ بنا کر کہا —

"اس کا مطلب ہے —" محمود نے بھی جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ایسے موقعوں پر نہ جانے تم دونوں کو کیا ہو جاتا ہے۔ جملے درمیان میں چھوڑ دیتے ہو۔ صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ اس کا مطلب ہے، یہ سب کچھ کیا دھرا گورمانی صاحب کا ہے۔"

"کیا مطلب؟" گورمانی صاحب اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"آرام سے بیٹھے رہیے۔ آپ میرے پستول کی زد میں ہیں۔" ایس پی جاوی کریم کی آواز گونجی — گورمانی صاحب کا رنگ اڑ گیا۔ وہ تھر تھر کانپنے لگے — ان کے بیوی بچے بھونچکے سے ہو کر انہیں دیکھنے لگے

"نن — نہیں، نہیں، یہ کام میرا نہیں ہے۔"

"لیکن پھر گیند آپ کی چھڑی میں کس طرح آ گئی؟" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"میں نہیں جانتا، چھڑی تو گم ہو گئی تھی۔" وہ بولے۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔ آپ نے گیند چھڑی میں رکھی اور ایک میز کے پچھلے حصے میں اسے پھنسا دیا، تاکہ بعد میں کسی وقت آ کر لے جائیں، لیکن ہم نے اسے تلاش کر لیا اور آپ کو اطلاع دی کہ چھڑی مل گئی ہے، کسی کو بھیج کر منگا لیں، لیکن ابا جان نے آپ کے آدمی کے آنے سے پہلے ہی اپنا آدمی بھیج دیا اور چھڑی منگا لی۔ اس طرح آپ کے ملازم کو خالی ہاتھ لوٹنا پڑا۔۔۔ ان حالات میں آپ کیا کہتے ہیں؟" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"انہیں کچھ کہنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔۔۔ یہ کام ان کا ہی ہے، کیونکہ ان کی چھڑی میں گیند ان کے سوا کوئی نہیں رکھ سکتا تھا۔" فاروق بولا۔

"اس پر تو خود میں بھی حیران ہوں کہ ایسا کس نے کیا۔ کون کر سکتا تھا ایسا؟" وہ بولے۔

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔ گیند چھڑی میں آپ نے خود ہی رکھی تھی۔۔۔ ایسا آپ کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا تھا۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"لیکن پھر چھڑی کو یہاں چھپا کر چلے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ بھلا کس شخص کو اس بات کا شک ہو سکتا تھا کہ میں چھڑی میں گیند چھپا کر لے جا رہا ہوں۔۔۔ میں نہایت آسانی سے نکل سکتا تھا۔" گورمانی صاحب جھنجھلا کر بولے۔

"بات تو آپ کی بھی ٹھیک ہے۔۔۔ کیوں ابا جان؟" فرزانہ ان کی طرف مڑی۔

"ہاں، بالکل ٹھیک ہے۔۔۔ چھڑی میں گیند اگر انہوں نے چھپائی ہوتی تو یہ فوراً اسے یہاں سے لے جانے کی کرتے۔" انسپکٹر جمشید مسکرا کر بولے۔

"جی کیا مطلب؟" محمود نے حیران ہو کر کہا۔ "ابھی تو آپ کیا کہہ رہے تھے۔"

"ہاں، لیکن درست بات یہی ہے کہ گیند کو چھڑی کے اندر انہوں نے نہیں رکھا تھا۔۔۔ اگر یہ ایسا کرتے تو چھڑی کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑتے، لیکن ہم جانتے ہیں، سانپ کی آواز سن کر سب بدحواسی کے عالم میں بھاگے تھے اور اس افراتفری میں چھڑی یہیں کہیں گر گئی تھی، لہٰذا ثابت ہوا، گیند انہوں نے نہیں رکھی تھی۔۔۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کی چھڑی سے کون کون واقف ہیں۔۔۔ یہ بات کون جانتا ہے کہ چھڑی میں ایک خفیہ جگہ بھی ہے۔" یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

"یہ بات تو گورمانی صاحب ہی بتا سکتے ہیں کہ ان کی چھڑی سے

کون کون اس حد تک واقف ہے؟" محمود بولا۔

"ٹھیک ہے۔ کیوں گورمانی صاحب، آپ اس معاملے میں کیا کہتے ہیں؟"

"میری چھڑی سے واقف میرے کئی دوست ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ بچپن میں مجھے نسوار کھانے کی عادت پڑ گئی تھی۔ اس گندی عادت سے میں پیچھا نہیں چھڑا سکا، چنانچہ میں اپنے بیوی بچوں سے پوشیدہ طور پر نسوار اس خانے میں رکھتا ہوں اور صرف اس وقت استعمال کرتا ہوں جب سیر کے لیے جاتا ہوں، یعنی صبح اور شام۔"

"وضاحت کیجیے، آپ کی اس چھڑی سے اس حد تک کون کون واقف ہے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"سب سے پہلے نمبر پر تو رائے بہادر صاحب ہی واقف ہیں۔"

"کیا؟" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں، ان کے علاوہ مصنوعات کا بادشاہ فاخر کاظمی بھی واقف ہے۔ میرا ان کے گھر بھی کافی آنا جانا ہے۔"

"اور کسی کا نام لیجیے، پھر ہم ان کا جائزہ بھی لیں گے۔"

"جی بہتر — میری چھڑی سے رائے صاحب کے اور میرے مشترکہ دوست فیاض اختر بھی واقف ہیں، لیکن وہ تو اس تقریب میں آئے ہی نہیں، نہ آج اور نہ کل۔"

"ہوں، خیر — اور کوئی؟"

"بس، شاید یہ تین آدمی ہی جانتے ہیں کہ میری چھڑی میں ایک خانہ بنا ہوا ہے اور میں اس میں نسوار رکھتا ہوں۔"

"گویا رائے بہادر صاحب، گورمانی صاحب اور فیاض اختر صاحب میں سے ایک مجرم ہو سکتا ہے، جب کہ فیاض اختر نے دعوت میں شرکت ہی نہیں کی۔" محمود نے نتیجہ نکالا۔

"لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان حضرات کے علاوہ بھی کوئی واقف ہو اور یہ بات میرے علم میں نہ ہو۔" وہ بولے۔

"ہوں، خیر میں بتاتا ہوں، کیونکہ میں تو آنکھوں سے سب کچھ دیکھ چکا ہوں — کل جب ہم نے نقلی سانپ کی پھنکار سنی....."

"جی کیا مطلب، نقلی سانپ؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"ہاں، وہ پھنکار نقلی تھی — بھگدڑ مچانے کے لیے ماری گئی تھی۔ مجرم یہ چاہتا تھا کہ سب لوگ اس جگہ سے بھاگ کھڑے ہوں اور وہ جیب سے گیند نکال کر چھڑی میں رکھ دے — بھگدڑ میں گورمانی صاحب کے چھڑی ساتھ لے جانے کا کوئی امکان نہیں تھا، کیونکہ یہ چند گز کے فاصلے پر رکھی گئی تھی — جوں ہی بھگدڑ مچی، مجرم دوڑ کر چھڑی تک گیا، اس کی موٹھ کو الٹا گھمایا اور گیند اس میں رکھ کر موٹھ دوبارہ لگا دی اور چھڑی اٹھا کر ایک میز کے نیچے پھینک دی — ساتھ ہی میز کو اپنے اوپر گرا دیا۔"

"جی کیا مطلب؟" اس بار آوازیں بہت اونچی تھیں۔

گیند کی باری

سب پر سکتے کا عالم طاری ہوگیا۔ سناٹا اس قدر گہرا تھا کہ سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی — ان کی نظریں اب انسپکٹر جمشید کی بجائے ہاشم پاپڑی والا پر جم کر رہ گئی تھیں۔ پاپڑی والا کا چہرہ سیاہ پڑتا جا رہا تھا — اس کے بدن میں ہلکی سی کپکپی وہ صاف طور پر محسوس کر رہے تھے۔

"جی ہاں، خود کو میز کے نیچے دبا لینے کا مطلب یہ تھا کہ کوئی ان کے پیچھے رہ جانے پر غور نہ کرے، یہ پیچھے رہے تھے، صرف اس لیے کہ گیند کو چھڑی میں چھپانا تھا — انہیں میز کے نیچے سے نکال دیا گیا۔ اب جب گیند کے لیے سب کی تلاشی لی گئی تو گیند کسی کے پاس سے بھی برآمد نہ ہوئی — برآمد ہوتی بھی کیسے، وہ تو چھڑی میں بند ہو چکی تھی اور چھڑی ایک میز کے نیچے پھنسی ہوئی تھی، چھڑی اس وقت اگر کسی کو مل بھی جاتی تو بھی پاپڑی والا کو کوئی خطرہ نہیں تھا، وہ بعد میں گورمانی صاحب سے ملاقات کرنے چلا جاتا اور

"ہاں جی، میں نے ہی کہا ہے اور آپ نے ٹھیک سنا ہے — مجرم نے جان بوجھ کر میز اپنے اوپر گرا لی، تاکہ کوئی یہ نہ سوچ سکے کہ پاپڑی والا سانپ سے ڈر کر بھاگا کیوں نہیں۔"

"اُف خدا، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

محمود نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

ملاقات کے دوران چھڑی میں سے گیند نکال لیتا — یہی اس نے سوچا تھا
لیکن اس بے چارے کو یہ تو معلوم ہی نہیں تھا کہ میں بھی یہاں
موجود ہوں اور اس کی حرکتوں پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔ چھڑی
والا یا اس کا کوئی آدمی توڑے جا ہی نہیں سکتا تھا، کیونکہ
پہرے آدمی موجود تھے۔ اس طرح تقریب دوبارہ منعقد ہوئی — پاپڑی والے
نے یہ سمجھ لیا کہ گورائی صاحب نے جب چھڑی کے اوپر والے
کو کھولا ہوگا تو اس میں انہیں گیند مل گئی ہوگی، لہذا انہوں
وہ رائے بہادر کے حوالے کر دی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ایک بار
اسے اڑانے کا پروگرام بنانے کے قابل ہو گئے۔ اس بار وہ اپنے
ساتھ دھوئیں کا بم لائے تھے۔ دوسرے یہ کہ تقریب سے کافی
پہنچ گئے تھے اور لان میں گھوم پھر کر گیند چھپانے کی جگہ کا انتخاب
پہلے ہی کر چکے تھے، کیونکہ جانتے تھے، کل کی طرح آج بھی خوب
لی جائے گی، لہذا میں ایس پی صاحب سے درخواست کروں گا کہ
ہاشم پاپڑی والا صاحب کو گرفتار کر لیں۔ اس کے بعد میں گیند کو اس
جگہ سے برآمد کر کے دکھا دوں گا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی پاپڑی والے نے اپنی جگہ سے چھلانگ
لگا دی اور گیٹ کی طرف بھاگا۔ یہ دیکھ کر محمود، فاروق اور فرزانہ
نے بھی اپنی جگہ سے چھلانگیں لگا دیں اور اندھا دھند اس کے
دوڑ پڑے۔

"ارے ارے بھئی، اس کی ضرورت نہیں — یہ بھاگ کر کہیں
نہیں جا سکتا۔ اس کے فرار کے تمام راستے بند کر دیے گئے ہیں۔" انسپکٹر
جمشید جلدی سے بولے، لیکن اتنی دیر میں وہ اس کے نزدیک پہنچ
چکے تھے، پھر اس سے آگے نکل کر مڑے اور دیوار بن کر کھڑے
ہو گئے — پاپڑی والا یہ دیکھ کر ٹھٹکا اور کنی کترا کر نکل جانا چاہا۔
مگر محمود کی ٹانگ چل گئی — وہ دھڑام سے منہ کے بل گرا اور پھر نہ
اٹھ سکا، کیونکہ تینوں اسے چھاپ بیٹھے تھے — اس نے ان کے نیچے
سے نکلنے کی بہت کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

"بہت مشکل ہے جناب، ہم اس طرح چھاپ بیٹھنے کے بہت
ماہر ہیں۔" فاروق شوخ لہجے میں بولا۔

"بس بھئی، اب اسے چھوڑ دو۔ ہاں اس کا ہاتھ ضرور میری
طرف کر دو۔" ایس پی صاحب کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔
تھوڑی دیر بعد اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نظر آ رہی تھیں اور وہ
گھسٹتا ہوا میزوں کی طرف آ رہا تھا، جہاں سب دم بخود بیٹھے تھے۔

"تو یہ پاپڑی والا کون سے محکمے میں ملازم ہے؟" سیکرٹری صاحب
بولے۔

"آپ کے اپنے محکمے میں۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں ہلکا سا
طنز تھا؛ گویا وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ جس محکمے کے بڑے افسر آپ ہوں
ان کے ماتحت جو نہ ہوں، کم ہے۔

"اور ہم اس گیند کو تو بھول ہی گئے — آخر اس نے اسے کہاں چھپایا ہے۔" سیکرٹری صاحب بولے۔

"وہ بھی ابھی حاضر کرتا ہوں۔" انہوں نے کہا۔ اتنی دیر میں وہ مجرم تک پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور پھر ایک باریک جھلی اترتی چلی گئی — سب اب مجرم کے اصل چہرے کو دیکھ رہے تھے —

"لیکن بھئی جمشید، یہ وہ تو نہیں جو گیند لے کر شاپنگ سنٹر سے نکلا تھا۔" رائے بہادر حیران ہو کر بولے۔

"بالکل وہی ہے، اس وقت یہ اور میک اپ میں تھا — گیند چھن جانے کے بعد یہاں اس میک اپ میں تو نہیں آ سکتا تھا — شاید یہ میک اپ کا بہت ماہر ہے۔"

"اور اب گیند کی باری ہے۔" فاروق بے چین ہو کر بولا۔

"بلکہ یوں کہو، پروفیسر انکل کی باری ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"میری کیسے؟" پروفیسر داؤد حیران ہو کر بولے۔

"گیند کے بارے میں تو آپ ہی بتا سکیں گے۔"

"نہیں بھئی، یہاں سبھی طرح کے ماہر موجود ہیں۔ کیا خبر وہ گیند ایک ہیرا ہو۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"ہیرا، ستاروں بھرا ہیرا۔" محمود کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا —

"میرے محکمے کا، لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، میرے محکمے میں کوئی افسر ہاشم باپڑی والا نام کا نہیں ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں — بات دراصل یہ ہے کہ ان کا ایک اور نام بھی ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب، اور کیا نام ہے اس کا؟" سیکرٹری صاحب کے ساتھ کئی اور آوازیں بھی ابھریں —

"جی ہاں، ان کا اصلی نام فیاض اختر ہے۔"

"کیا؟" وہ سب ایک ساتھ چلا اٹھے۔

○

"جی ہاں، اس میں کوئی شک نہیں — ابھی جب پلاسٹک کی ایک باریک جھلی جو جلد کے رنگ کی ہے اور ان کے چہرے پر نہایت صفائی سے منڈھی ہوئی ہے، میں اتاروں گا تو آپ سب کو یقین آ جائے گا۔ اس شخص پر میری نظریں بہت دنوں سے تھیں — مجھے شک تھا کہ یہ شخص غیر ملکی جاسوس ہے اور ہمارے ملک کی جڑیں کاٹنے میں مصروف ہے، لیکن ثبوت کے بغیر میں اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا — اس گیند کی وجہ سے یہ سنہری موقع ہاتھ آ گیا —" انہوں نے خوش ہو کر کہا اور پھر اس کی طرف بڑھے۔

"بھئی واہ، یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"لاحول ولا قوۃ — تمہیں تو بس ہر وقت ناولوں کے ناموں کی ہی پڑی رہتی ہے۔" فرزانہ جل کر بولی۔

"تو اس طرح جلنے اور بھننے کی کیا ضرورت ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"جلتی ہے میری نئی جوتی۔" فرزانہ بھی مسکرائی۔

"نئی جوتی — یہ کیا بات ہوئی؟" خان رحمان نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"پرانی جوتی جل جل کر ختم ہو گئی تھی، چند دن پہلے نئی خریدی ہے۔"

"اور میں کہتا ہوں، محمود کا جوتا کب گھس گھس کر ختم ہوگا۔ بے چارے کو چاقو کی وجہ سے ہر بار یہی جوتا پہننا پڑتا ہے۔" فاروق نے مسمسی صورت بنائی۔

"بھئی تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرے ہر جوتے میں چاقو رکھا جا سکتا ہے۔" محمود ہنسا۔

"لیکن وہ گیند تو رہ ہی گئی۔" سیکرٹری صاحب بوکھلا کر بولے۔

"اوہ ہاں، معاف کیجیے گا جناب، ذرا ہم پر گفت گو کا بھوت سوار ہو گیا تھا۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"گفت گو کا بھوت۔" سیکرٹری صاحب کے منہ سے حیرت زدہ

انداز میں نکلا۔

"اوہ، شاید میں کچھ غلط کہہ گیا — دراصل ہم پر اکثر اوقات گفت گو کی دھن سوار ہو جاتی ہے۔"

"اچھا بس، اب ختم کرو، چلو فاروق تمہارا کام شروع ہوتا ہے۔" انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

"جی میرا؟ آپ بھول رہے ہیں ابا جان، گیند آپ کو برآمد کرنی ہے۔"

"لیکن تمہارے ذریعے — بات دراصل یہ ہے کہ تمہیں ایک درخت پر چڑھنا ہے اور چڑھنا بھی اس قدر تیزی سے کہ جس قدر تیزی سے مجرم چڑھا تھا۔"

"اوہو، تو کیا مجرم نے گیند کسی درخت میں چھپائی ہے؟"

"ہاں، لیکن زیادہ اونچائی پر نہیں — دراصل تقریب سے پہلے جب مجرم یہاں گھوم پھر کر گیند چھپانے کی جگہ دیکھ رہا تھا تو اس نے ایک چیل کو گھونسلے سے نکلتے دیکھا تھا۔"

"جی کیا فرمایا، چیل۔" فاروق گھبرا کر بولا۔

"ہاں چیل، تمہاری جان کیوں نکلنے لگی۔" وہ ہنسے۔

"کیا آپ کو معلوم نہیں، چیل اپنے گھونسلے کو ہاتھ نہیں لگانے دیتی — سر پر ٹھونگے مار مار کر خون نکال دیتی ہے۔"

"ڈرپوک کہیں کے، ایک چیل سے ڈر گئے، حالانکہ اچھی طرح

جانتے ہو، چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں؟" محمود نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"اڑنے کی ضرورت نہیں، چیل خوراک کی تلاش میں کہیں دور جا چکی ہے۔"

"لیکن ابا جان، ہو سکتا ہے، مادہ چیل اندر موجود ہو" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"اچھا خیر، تم رہنے دو۔ میں خود نکال لاتا ہوں" انسپکٹر جمشید تنگ آ کر بولے اور درخت کی طرف قدم اٹھائے۔

"ارے ارے ابا جان، یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ ٹھہریے، میں دیکھتا ہوں" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"ہرگز نہیں، اب یہ کام میں کروں گی" فرزانہ آگے بڑھی۔

"ہونہہ، آئی بڑی کرنے والی، پتا بھی ہے، چیل کیا چیز ہے۔ ہٹ جاؤ، میں ہی چڑھوں گا" فاروق نے پاؤں پٹخے اور اس درخت پر چڑھنے لگا، جس کی طرف انسپکٹر جمشید نے اشارہ کیا تھا — ایک منٹ میں ہی وہ چیل کے گھونسلے تک پہنچ گیا — ہاتھ پر رومال لپیٹ کر اس نے گھونسلے میں سے گیند اٹھالی — گھونسلے میں چیل کے بچے چوں چوں کرنے لگے۔ فاروق نے انہیں پچکارا اور نیچے اترنے لگا — عین اسی وقت اس نے چیل کو تیزی سے درخت کی طرف آتے دیکھا — شاید اس نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ اس کے بچوں کو نکالا جا رہا ہے، فاروق

اسے دیکھ کر بوکھلا گیا — اس کے ہاتھ پیر پھول گئے اور اس نے اوپر سے ہی چھلانگ لگا دی — محمود اگر چھلانگ لگا کر پیچھے نہ ہٹ جاتا تو وہ اس کے اوپر ہی آ گرا تھا —

"اوہو کیا مصیبت آ گئی ہے" اس نے جھنجلا کر کہا۔

"مصیبت نہیں، چیل — ویسے تو چیل بھی کچھ کم مصیبت نہیں ہوتی۔"

چیل نے جو گھونسلے میں اپنے بچے پورے دیکھے تو مطمئن ہو گئی۔ اور ایک شاخ پر بیٹھ کر ان سب کو دیکھنے لگی۔ ادھر انسپکٹر جمشید نے گیند فاروق سے لے کر سب سے پہلے پروفیسر داؤد کو دکھائی۔ وہ اسے الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے، پھر بولے:

"سب ماہرین اسے دیکھ لیں، پھر سب اپنا اپنا خیال پیش کریں۔"

سب نے باری باری گیند کو دیکھا — اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک بہترین اور خوب صورت چیز تھی — جب باری باری سبھی اسے دیکھ چکے تو انسپکٹر جمشید بولے۔

"مسٹر پاپڑی والا، کیا بہتر نہیں ہو گا کہ آپ خود ہی ہمیں اس گیند کے بارے میں بتا دیں۔"

"جمشید، یہ تم کیا کر رہے ہو، پھر ہمیں یہاں کس لیے بلایا گیا ہے؟" پروفیسر داؤد برا مان کر بولے۔

"اوہ، مجھے افسوس ہے پروفیسر صاحب! یہ بات تو میرے ذہن سے ہی نکل گئی کہ آپ لوگوں کو یہاں صرف اور صرف اس گیند کے لیے جمع کیا گیا ہے اور آپ لوگوں نے دو دعوتیں اڑا لی ہیں۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا اور وہ مسکرانے لگے۔

"ہاں تو سب سے پہلے کون اپنی رائے کا اظہار کرے گا؟"

"میرے یہ کسی کام کی نہیں۔ میں تو اسے صرف ایک شیشے کی گیند خیال کرتا ہوں۔" ناصر کاظمی نے کہا۔

"صرف شیشے کی گیند کے لیے اتنے ہنگامے نہیں ہوا کرتے۔" رائے بہادر نے مسکرا کر کہا۔

"ہوں، یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"اور یہ میرا بھی نہیں ہے۔" الیاس قاسم نے فوراً کہا۔

"اوہو اچھا۔ کم از کم میرا تو یہی خیال تھا۔"

"یہ چیز قیمتی مصنوعات میں سے بھی نہیں ہے۔"

"اور نہ ہی یہ کوئی کھلونا۔" خان رحمان بھی بول اٹھے۔

"چلو اچھا ہے، ہم کھلونا دے کے نہیں بہلائے گئے۔ لایئے صاحبان، یہ آپ میں سے کسی کے بھی کام کی چیز نہیں۔ یہ تو بس میری لائن کی چیز ہے۔" پروفیسر داؤد مسکرا کر بولے۔

"جی، کیا مطلب؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"یہ کوئی سائنسی چیز جان پڑتی ہے۔" انہوں نے کہا۔

گیند ان کے حوالے کر دی گئی۔ پروفیسر داؤد اسے الٹ پلٹ کر، دبا کر، گھما کر دیکھنے لگے، پھر کانوں کے قریب بھی لے گئے، آخر بولے:

"اس کا تو باقاعدہ تجزیہ کرنا پڑے گا اور یہ کام تجربہ گاہ میں ہی ہو سکے گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، لے جایئے اسے۔ بعد میں سب لوگوں کو اطلاع دے دی جائے گی، بلکہ اب تو یہ کہانی اخبارات میں بھی شائع ہو کر رہے گی اور آپ مجرم کو لے جایئے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں، کیوں نہیں۔"

اور پھر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایسے میں رائے بہادر بولے:

"بھئی جمشید، میں تو بہت نقصان میں رہا۔"

"وہ کیسے؟" وہ چونکے۔

"ایک تقریب کی بجائے دو تقریبات کا انتظام کرنا پڑا اور یہ آپ کی وجہ سے ہوا، کیوں نہ میں دوسری تقریب کے خرچ کا بل آپ کو بھیج دوں۔"

"ضرور بھیج دیجیے گا۔" انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"آپ ایسا کریں رائے صاحب، دوسری تقریب کا بل مجھے

بھیج دیں۔" خان رحمان بول پڑے۔

"خان صاحب، آپ کو کیوں؟" رائے بہادر حیران ہو کر بولے۔

"اس لیے کہ جمشید کی طرف سے یہ بل میں ادا کرنے کے لیے تیار ہوں — ایسا کر کے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے، لیکن افسوس تو یہ ہے کہ خوش ہونے کا موقع آج تک نہیں مل سکا۔" خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا مطلب؟" رائے صاحب چونکے۔

"مطلب یہ کہ جمشید نے کبھی ایسا موقع ہی نہیں آنے دیا۔" انہوں نے بے چارگی کے عالم میں کہا اور سب مسکرا دیے۔

"انکل، آپ کو چاہیے تھا، ہماری مدد سے موقع حاصل کر لیتے۔" فاروق بول اٹھا — وہ پھر مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

"مدد سے موقع — اب مجھے کیا معلوم تھا کہ موقع بھی کسی کی مدد سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔"

خان رحمان نے ایسے معصومانہ انداز میں کہا کہ سب ہنسنے لگے۔ ایسے میں محمود چونکا۔

"حیرت ہے، ہم نے تو پاپڑی والا کی تصدیق بذریعہ فون کی تھی، پھر فیاض اختر کی جگہ گھر سے کون بولا تھا؟"

"یہ کام اس نے ضرور اپنے ملازم سے لیا ہوگا۔ اسے بھی چیک کیا جائے گا، فکر نہ کرو۔"

اسی روز شام کو پروفیسر داؤد کا فون موصول ہوا:

"جمشید، حیرت انگیز۔"

"جی، کیا فرمایا، میں حیرت انگیز۔" انسپکٹر جمشید بوکھلا اٹھے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ بے ساختہ مسکرا دیے۔ وہ بھی اپنے کان ریسیور سے لگائے کھڑے تھے۔

"نہیں بھئی، تم نہیں — اوہ میرا مطلب ہے، تم بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہو — اس وقت میں اس گیند کی بات کر رہا ہوں۔"

"اچھا، تو وہ حیرت انگیز چیز ثابت ہوئی ہے۔" انسپکٹر جمشید پر جوش انداز میں بولے۔

"ہاں بالکل — ایک نئی ایجاد — اس ایجاد کا چرچا میں کچھ عرصہ پہلے سن چکا ہوں۔ یہ دراصل سراغ رسانی کا ایک آلہ ہے۔"

"کیا فرمایا، سراغ رسانی کا آلہ؟"

"ہاں، اب سراغ رسانی بھی آلات کے ذریعے ہوا کرے گی — مثلاً کسی کے تعاقب میں جانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ کسی کی نقل و حرکت کی رپورٹ کے لیے کسی آدمی کی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی — اور بھی اسی قسم کے کام اس گیند نما آلے سے لیے جا سکیں گے۔"

"آخر کیسے ؟"

"بیک وقت دو آلوں سے کام لے کر۔ تم ایک آلہ سامنے رکھ کر بیٹھ جاؤ اور دوسرا اسی قسم کا آلہ کسی ایسے آدمی کے دفتر یا گھر میں کہیں رکھ دو، بس اپنے کمرے میں بیٹھے نقل و حرکت اور آوازیں سن سکو گے یا جس کار کا تعاقب کرنا ہے، اس کار میں دوسرا آلہ چپکا دو۔ دوسری کار کے بارے میں گھر بیٹھے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"اوہ، لیکن یہ گیند نما آلہ چپکایا کس طرح جا سکے گا۔" انسپکٹر جمشید نے اعتراض کیا۔

"تم غلط سمجھے۔ دوسرا آلہ بالکل بٹن نما ہوگا۔ اس میں کسی بھی سطح سے چپک جانے کی خاصیت ہوگی۔ اور اس بٹن نما آلے کو بس اس سطح سے مس کرنے کی دیر ہوگی، بس وہ چپک جائے گا۔"

"اوہ۔" انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے۔

"یہ تو پروفیسر انکل، آپ نے بہت خوف ناک بات بتائی۔" فاروق بول اٹھا۔

"وہ کیسے ؟" پروفیسر داؤد حیران ہو کر بولے۔

"جی ایسے کہ اب ہم تو بے کار ہو کر رہ جائیں گے۔ سارا کام

تو آلات کے ذریعے ہو جایا کرے گی۔"

اس کی بات پر پروفیسر داؤد کی ہنسی نکل گئی۔ وہ بھی مسکرانے لگے۔

آئندہ ناول کی ایک جھلک:

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۱۵۵

خونی دعوت

مصنف: اشتیاق احمد

- اس مرتبہ آپ کی ملاقات ایک عجیب ترین مجرم سے ہو رہی ہے، غریب ترین سے نہیں۔
- اتنے عجیب ترین سے کہ پہلے کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔
- اس کا دعوے تھا کہ اس کا نام سن کر انسپکٹر جمشید کے بھی ہوش گم ہو جائیں گے۔
- پھر، کیا اس کا دعویٰ درست تھا، اس کا نام جب انہوں نے سُنا تو کیا ہوا؟
- کیا انسپکٹر جمشید پر کوئی اثر ہوا؟

ایک اثر انگیز ناول!

قیمت: ۶ روپے صرف

آئندہ ناول کی ایک جھلک:

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۱۰۱

مصنف: اشتیاق احمد

- ایک ایسا ناول جس میں انسپکٹر جمشید نے قدم قدم پر شکست کھائی۔
- ایک شخص نے انہیں ایک عجیب ترین پیش کش کی۔
- وہ خان رحمان کو ایک نئی دعوت دیتے ہیں۔
- زمین کا کیا چکر تھا۔ آپ نے اتنا حیرت انگیز چکر کبھی نہیں پڑھا ہوگا۔

ہر قدم پر عجیب حالات۔

قیمت: ۶ روپے صرف

آئندہ ناول کی ایک جھلک :

آفتاب، آصف، فرحت اور انسپکٹر کامران مرزا سیریز ۲۶

ملاقاتی کارڈ

مصنف : اشتیاق احمد

- ساحل سمندر پر ایک عجیب و غریب ڈراما۔
- آفتاب، آصف اور فرحت کی نامعلوم لوگوں سے ایک دل چسپ جھڑپ۔
- جھڑپ کے دوران انہیں کیا چیز ملی ؟
- چاروں اس مرتبہ موت کے دہانے پر۔
- موت کے دہانے سے وہ کس طرح نکل سکے ؟

رونگٹے کھڑے کر دینے والا ناول لے

قیمت ۶ روپے صرف

آئندہ ناول کی ایک جھلک :

شوکی سیریز ۱۴

گونگا پیغام

مصنف : اشتیاق احمد

- انہیں دو مرتبہ فون موصول ہوا، لیکن فون کرنے والا کچھ نہ کہہ سکا۔
- ایک مشہور و معروف آدمی ان سے ایک کیس حل کرانا چاہتا تھا۔
- جب کہ شہر کی پولیس اس سلسلے میں اس کی مدد کر رہی تھی۔
- ایک ایسے مجرم کی کہانی، جس نے اپنا کوئی سراغ نہیں چھوڑا تھا۔
- شوکی برادرز اس تک کس طرح پہنچے ؟

قیمت : ۶ روپے صرف